پیغمبر اسلام ﷺ کی دعوت و عزیمت کی ایک مختصر تاریخ

مولانا ارشد جمال اشرفی

الاسلام مشن بنارس (انڈیا)

مولانا ارشد جمال اشرفی

الاسلام مشن بنارس (انڈیا)

Khamosh Inquilab

by

Maulana Arshad jamal Ashrafi
D.43/107,Bazar Sadanand.
Varanasi.U.P.India.221001
email:aimvns@gmail.com

First Published: May - 2007

Al-Islam mission
Varanasi.U.P.India.

اِنتساب

وارثُ النبی، نائبُ رسولِ اللہ فی الہند

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جنھوں نے پیغمبرِ اسلام، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے برپا کیے ہوئے

خاموش اِنقلاب کی لہر پورے ہندوستان میں دوڑا دی۔

ہندو راجاؤں کی زیادتیوں اور ہر طرح کی مخالفتوں کے باوجود

لاکھوں لاکھ ہندوستانیوں کو مسلمان بنایا۔

جن کی اَتھاہ سرگرمیوں اور اَنتھک کوششوں نے ہندوستان میں ''اسلام'' کا بول بالا کر دیا۔

جن کے پاس

اشاعتِ اسلام کے پاکیزہ جذبوں سے بھرے ہوئے روحانی پیکر کے سوا

نہ کوئی تلوار تھی اور نہ کوئی دوسرا ہتھیار۔

پھر بھی حالت یہ تھی کہ انسان بت خانوں سے نکل نکل کر

اسلام کے دامن میں پناہ لیتا تھا۔

جنھوں نے اپنے مریدوں، شاگردوں اور خُلَفاء کی ایک ایسی ٹیم تیار کی تھی

جو دور دور تک اجنبی گھروں میں ''اسلام'' کو داخل کرتی رہی۔

آج ہندو پاک میں ''اسلام'' کی ساری بہار

اُسی ٹیم کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔

اِس کتاب میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں جن دنوں اپنی کتاب ''اسلام کیسے پھیلا؟'' ترتیب دینے کے لئے مواد اکٹھا کررہا تھا اور حدیث، تاریخ اور سیرت کی کتابوں کو اُلٹ پلٹ رہا تھا تو میں یہ دیکھ دیکھ کر حیران رہ جاتا تھا کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ پر لگایا جانے والا یہ الزام کہ............

''اُنھوں نے تلوار کے زور سے اسلام پھیلایا تھا اور دہشت کے ماحول میں لوگ مسلمان ہوتے تھے''............

کس قدر بے بنیاد، غلط اور سو فیصد جھوٹ ہے، کیونکہ معاملہ ٹھیک اُس کے برعکس تھا۔

پیغمبرِ اسلام ﷺ کسی کو کیا دہشت زدہ کرتے، ڈراتے یا دَھمکاتے؛ اُن کو تو خود ہی لگاتار تیرہ سالوں تک مکے میں کافروں نے پریشان کیا، ستایا، عزت پر حملہ کیا، ذہنی اذیت پہنچائی اور قتل (شہادت) کی سازش تک رَچی۔ آخر کار اُنھیں اپنا شہر چھوڑنا پڑا۔ اِس پر بھی چین نہ آیا، اُنھوں نے مدینے میں بھی پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا، قتل کی دَھمکی تک دے ڈالی۔

پیغمبرِ اسلام ﷺ، اِتنے خطرناک ماحول میں، جان ہتھیلی پر لے کر اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ اِس بیچ جتنے لوگ بھی مسلمان ہوتے گئے، کافر اُن کے جانی دُشمن بن گئے۔

تاریخ بتارہی تھی کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے دعوت وعزیمت کی پُر پیچ راہوں سے گذر کر ایک خاموش اور خوشگوار انقلاب برپا کیا تھا۔

تاریخ کی اِس حقیقت کو پا کر میں نے پکّا ارادہ کرلیا کہ جلد ہی اِس عنوان پر ایک کتاب لکھوں گا تاکہ الزام دینے والے یا غلط فہمی کے شکار لوگ اچھی طرح جان لیں اور تاریخ کی اِن اَنمِٹ لکیروں کو چھو کر خوب سمجھ لیں اور خود ہی فیصلہ کرلیں کہ............

دہشت کا ماحول کس نے بنایا تھا؟ پیغمبرِ اسلام نے یا دُشمنِ اسلام نے؟

دہشت گرد کون تھے؟ ایک اللہ کی عبادت کرنے والے مسلمان یا سیکڑوں پتھروں کی پوجا کرنے والے کافر؟

مذہب کے نام پر کون بے گھر ہوا؟ مسلمان یا مشرک؟

ظلم کس نے کیا اور صبر کس نے؟

آج اللہ نے اپنے فضل سے میرے اُس ارادے کو پورا کر دیا۔

میں نے اپنی اِس کتاب کے ضروری مقام پر ''اسلام کیسے پھیلا؟'' کے کچھ حصے کو بھی شامل کیا ہے تاکہ تاریخ کی کڑیاں ایک دوسرے سے جُڑی رہیں۔

اِس دوسرے ایڈیشن میں کچھ مناسب کرکشن (correction) بھی کر دیا گیا ہے۔

ارشد جمال اشرفی

May-2007

حق کی تلاش

آبادی سے دور حرا کے غار میں ایک انسان سر جھکائے بیٹھا ہے۔ وہ کائنات کے مسئلے پر بہت دیر سے غور کر رہا ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اِس کائنات کا پیدا کرنے والا ایک خالق ہے، لیکن اُسے یہ اُلجھن بار بار ستا رہی ہے کہ جو کائنات کا خالق ہے عبادت اُسی کی ہونی چاہیئے، تو پھر مکہ شہر میں بسنے والی میری قوم بتوں کی پوجا میں کیوں لگی ہوئی ہے؟ کئی پیڑھیوں سے چلا آرہا یہ سلسلہ یقیناً غلط ہے۔ آخر کائنات کے پیدا کرنے والے ''اللہ'' کی عبادت کیسے ہو؟

اتنا سوچ کر اُس کی طبیعت بے چین ہو اٹھتی۔ وہ غار کے سنّاٹے میں کئی کئی دن رات تک مسلسل اِسی سوچ میں گم رہتا۔ اُسے اللہ کے مقابلے میں بتوں کی پوجا سے سخت نفرت تھی۔ حقیقی خدا کے علاوہ بتوں کی خدائی اُسے تسلیم نہ تھی۔ اِس لئے وہ آبادی کے برے ماحول سے اکتا کر غار کی تنہائی میں آکر دَم لیتا۔ کچھ دیر سر جھکائے بیٹھا ہوتا، دل پر کچھ بوجھ سا محسوس ہوتا تو اُٹھ کر وادی میں ٹہلنے لگتا۔ جب تک کھانا پینا ساتھ ہوتا، وہ غار ہی میں راتیں بسر کرتا۔ اُس کے بعد گھر آجاتا، کچھ دن اپنی چہیتی بیوی کے ساتھ گذارتا اور پھر چند دنوں کی خوراک لے کر حرا کی طرف نکل پڑتا۔

ایک عرصے سے اُس کا یہی معمول تھا۔ بس وہ ہوتا اور دور دور تک پھیلی ہوئی خاموش تنہائی۔ اگر اُس وادی میں اُس کے ساتھ کوئی تھا تو وہ ایک ''اللہ'' تھا۔

ایک دن وہ اِسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ اچانک اُس کے سامنے ایک پُراسرار آدمی ظاہر ہوا اور آتے ہی کہنے لگا: پڑھو! غار والے نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔

پُراسرار آدمی نے اُسے پکڑ کر سینے سے لگایا اور زور سے بھینچا اور چھوڑتے ہوئے کہا: پڑھو!

غار والے نے پھر وہی جواب دیا۔

پُراسرار آدمی نے دوسری مرتبہ پھر اُسے بھینچ کر کہا: پڑھو!
غار والے نے پھر وہی جواب دیا۔
تیسری مرتبہ پُراسرار آدمی نے اُسے پکڑ کر بھینچا پھر چھوڑتے ہوئے کہا:
(پڑھو! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ انسان کو خون کی پھٹکی سے پیدا کیا۔ پڑھو اور تمھارا رب بڑی عزت والا ہے، جس نے قلم کے ذریعہ علم دیا۔ انسان کو وہ سب سکھایا جو اُسے معلوم نہ تھا۔)
غار والے نے اپنے خالق و مالک کا نام سن کر پڑھنا شروع کیا:
﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ • خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ • اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ • عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ • ﴾[العلق:۱-۵]
یہ پُراَسرار شخص اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ''جبریل'' تھا۔ جو آدمی کے بھیس میں اُس انسان کے پاس آیا ہوا تھا جسے ''آخری نبی'' ہونے کی ذمہ داری سونپی جا رہی تھی۔
حضرت جبریل علیہ السلام، اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس اللہ کی وحی لے کر آئے تھے کہ اب آپ کی رسالت کے اعلان کا وقت آچکا ہے۔
چونکہ جو کچھ ہوا تھا بالکل اچانک اور اجنبی ماحول میں ہوا تھا۔ اِس لئے آپ کے دل میں گھبراہٹ سی ہونے لگی۔ فرشتہ جا چکا تو آپ وہاں سے اٹھے اور سیدھے اپنے گھر آگئے اور اپنی اہلیہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ مجھے کمبل اوڑھا دو۔
کچھ دیر تک آپ پر یہی نامعلوم کیفیت طاری رہی۔ جب طبیعت بحال ہوئی تو آپ نے اپنی اہلیہ سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ جب آپ نے یہ کہا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر لگا ہوا ہے تو اُنھوں نے آپ کو ہر طرح سے تسلی دی اور کہا کہ آپ کو کچھ ہونے والا نہیں۔ آپ ایک اچھے بھلے انسان ہیں۔ اللہ آپ کو کسی خطرے میں نہیں ڈالے گا۔

روشنی پھوٹی

زندگی معمول پر آ گئی۔ دھیرے دھیرے وقت گزرتا گیا، یہاں تک کہ تین سال بیت گئے۔ ایک بار پھر جب آپ غارِ حرا میں عادت کے مطابق کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے اور پھر اُٹھ کر حرا کی وادی میں ٹہلنے لگے تو اچانک ایک آواز اُبھری۔ کوئی پکارنے والا آپ کو پکار رہا تھا۔ آپ نے اِدھر اُدھر دیکھا، لیکن کوئی نظر نہ آیا، پکارنے والے نے کئی مرتبہ آپ کو پکارا، لیکن نظر نہ آیا۔ آپ نے اُس آواز پر جب ایک بار آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا کہ وہی فرشتہ ہوا میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ گر پڑے، گھبرائے ہوئے اٹھے اور سیدھے گھر کی راہ لی۔ گھر پہنچ کر پھر آپ نے حضرت خدیجہ سے کہا: مجھے کمبل اڑھا دو! اُنھوں نے آپ کو کمبل اوڑھا دیا۔ آپ کمبل اوڑھے ہی ہوئے تھے کہ اُسی حالت میں آپ پر دوسری وحی اُترنا شروع ہوتی ہے:

﴿یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّر • قُمْ فَاَنْذِر • وَرَبَّکَ فَکَبِّر • وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ • وَالرُّجْزَ فَاھْجُر • ﴾ [مدثر: ۱+۵]

(اے کمبل اوڑھنے والے! اٹھو اور لوگوں کو جہنم سے ڈراؤ اور اپنے رب کی تکبیر بولو اور اپنے کپڑے صاف کرو اور بتوں کو چھوڑو۔)

اب آپ پر پوری طرح کھل چکا تھا کہ ”آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کو تبلیغِ رسالت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے“۔

چنانچہ آپ نے سب سے پہلے اپنی اہلیہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اسلام پیش کیا تو وہ بے جھجھک ایمان لے آئیں۔ اُس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا جو آپ کی سرپرستی میں رہ رہے تھے، پھر آپ کے لَے پالک بیٹے حضرت زید بن حارثہ مسلمان ہوتے ہیں۔

اسلام ابھی تک گھر کے اندر تھا، مگر یہ بات کسی طرح چھپی نہ رہ سکی اور باہر نکل پڑی۔ کانوں کان یہ خبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچی۔ حضرت ابوبکر آپ کے گہرے دوست تھے، خبر سنتے ہی آپ سے ملنے چل پڑے۔ رسول اللہ ﷺ نے بغیر کسی تردّد کے اُن کے سامنے اسلام پیش کر دیا اور اُنھوں نے بغیر کسی جھجک اور ہچکچاہٹ کے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت ابوبکر اپنی قوم کے ایک معزز آدمی تھے۔ بہت سے سنجیدہ لوگوں کا اُن کے پاس اُٹھنا بیٹھنا تھا۔ حضرت ابوبکر نے اپنا ایمان ظاہر کرتے ہوئے کچھ لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو اُن سبھوں نے لبیک کہا، پھر اُنھیں لے کر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو وہ لوگ مسلمان ہوئے۔ اُن مسلمان ہونے والوں کے نام یہ ہیں:-

- عثمان بن عفّان • زُبیر بن عوّام • عبدالرحمٰن بن عوف
- سعد بن ابی وَقّاص • طلحہ بن عُبید اللہ...... رضی اللہ عنہم

آٹھ مردوں کا یہ مختصر سا اسلامی قافلہ اپنی منزل کی طرف چل پڑا۔ چپکے چپکے تبلیغ ہوتی رہی۔ اسلام کا دائرہ پھیلتا گیا۔ دھیرے دھیرے لوگ مسلمان ہوتے گئے۔ کوئی کھل کر سامنے نہ آتا تھا۔ چھپ چھپ کر لوگ اللہ کی عبادت کرتے رہے۔ نماز پڑھنا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اُنھیں لے کر مکے کی گھاٹیوں کی طرف نکل جاتے اور وہیں نماز ادا کرتے۔ اُنھی ایام میں حضرت بلال، حضرت ابوذر غِفاری اور حضرت عمرو بن عبَسَہ رضی اللہ عنہم بھی مسلمان ہوئے۔ تین سالوں کی مسلسل تبلیغ سے مسلمانوں کی اچھی خاص تعداد پیدا ہو گئی تھی، جن کے نام حسب ذیل ہیں:

ابو عُبَیدہ بن جرّاح، ابوسلمہ، ارقم بن ابوالارقم، عثمان بن مظعون......اور اُن کے دونوں بھائی: قُدّامہ بن مظعون، عبداللہ بن مظعون، عُبَیدہ بن حارث، سعید بن زید اور اُن کی بیوی: فاطمہ بن خطّاب (حضرت عمر کی بہن)۔ اسماء بنت ابوبکر، خبّاب بن اَرَتّ، عُمیر بن ابووقّاص (سعد بن ابووقّاص کے بھائی)، عبداللہ بن مسعود، مسعود بن قاری، سلیط بن عمرو، حاطب بن

عمرو،عیّاش بن ابورِبیعہ اور اُن کی بیوی: اسماء بنت سلامہ، خُنَیس بن حُذافہ،عبداللہ بن جَحش اور اُن کے بھائی: ابواحمد بن جَحش ،جعفر بن ابوطالب اوراُن کی بیوی: فُکَیہَہ بنت یسار، معمر بن حارث .سائب بن عثمان بن مظعون ،مُطّلب بن اَز ہر اوراُن کی بیوی: رَملہ بنت ابوعوف بن صُبَیرہ، نُعَیم بن عبداللہ، عامر بن فُہَیرہ (حضرت ابوبکر کے غلام).خالد بن سعید اوراُن کی بیوی اُمَینہ ،حاطب بن عَمرو ، ابوحُذَیفہ بن عُتبہ بن رَبیعہ، واقِد بن عبداللہ، خالد بن بُکَیر رضی اللہ عنہم۔

اب تک جس قدر مردوعورت مسلمان ہوئے تھے،اُن میں سے زیادہ تر لوگ اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھے۔رسول اللہ ﷺ بھی چھپ چھپ کر تبلیغ کررہے تھے۔اُنھیں خطرہ تھا کہ اگر ہم کھل گئے تو مشرکین ہمارے دشمن ہوجائیں گے اور ہمارا چلنا پھرنا دشوار کردیں گے، اِس لئے نماز کے وقت رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کی ایک ٹولی لے کر گھاٹیوں کی طرف نکل جاتے تاکہ کوئی اُنھیں اللہ کی عبادت کرتے ہوئے دیکھنے نہ پائے۔

اتفاق سے ایک مرتبہ کچھ مسلمان نماز ہی کی غرض سے مکے کی گھاٹیوں میں موجود تھے، جن میں حضرت سعد بن ابووقّاص بھی تھے۔اچانک مشرکین کی ایک ٹولی اُدھر آنکلی۔ اُنھیں مسلمانوں کا نماز پڑھنا بڑا ناگوار گزرا۔اُن کی عبادت کو اتنا برا بھلا کہا کہ اُن سے لڑنے بھڑنے ہی لگ گئے۔اتنے میں سعد بن ابووقّاص نے اونٹ کی ران کی ہڈی سے ایک آدمی کو اِس بری طرح مارا کہ اُسے زخمی ہی کرڈالا۔یہ پہلا خون تھا جو اسلام کے لئے بہا۔[۱]

اِس حادثے کے بعد مسلمانوں کے لئے خطرہ بڑھ گیا۔کافروں کے تیور دیکھ کر آپ پہلے سے بھی زیادہ محتاط ہوگئے۔چنانچہ آپ اورآپ کے ساتھی، صفا پہاڑی کے قریب واقع حضرت ارقم کے گھر میں روپوش ہوگئے اور اُسی کو اپنی تبلیغ کا مرکز بنایا جو''دارالارقم'' کے نام سے معروف تھا۔یہ اعلانِ نبوت کا تیسرا سال تھا۔[۲]

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام:۳۰۰/۱

[۲] السیرۃ الحلبیہ:۴۵۶/۱

اِس مرکز میں سب سے پہلے جس نے آ کر اسلام قبول کیا وہ بُکَیر کے صاحبزادے حضرت عاقل تھے۔ اُس کے بعد اُن کے دونوں بھائی عامر اور ایاس بھی یہیں آ کر مسلمان ہوئے، پھر حضرت عمّار بن یاسر اور حضرت صُہَیب رومی دونوں ہی ایک ساتھ اِسی مرکز میں پہنچ کر مسلمان ہوتے ہیں۔

اِس طرح تین سال کا عرصہ خاموشی سے گذر گیا اور مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد تیار ہوگئی۔

صفا پہاڑی پر

جب مکے میں اسلام پھیلنے لگا اور ہر طرف اُس کا چرچا ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو کھل کر تبلیغ کرنے کا حکم دیا اور آپ کو وحی بھیجی:

﴿وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ • وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ •﴾ [الشعراء: ۲۱۴، ۲۱۵]

(اور تم اپنے قریبی خاندان والوں کو ڈراؤ اور اپنی پیروی کرنے والے مومنوں کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔)

سنگدل کافروں کے سامنے کھُل کر اسلام کی تبلیغ کرنا کچھ آسان نہ تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمت سے کام لیا۔ تمام اندیشوں کو دماغ سے نکال کر آپ صفا پہاڑی کی طرف چل پڑے۔ ایک بلند چٹان پر کھڑے ہو کر آپ زور زور سے پکارنے لگے:

''اے صبح کی مصیبت! اے صبح کی مصیبت!

آپ کی پکار پر خاندانِ قریش کے عام و خاص اکٹھا ہو گئے۔ تب آپ نے کہنا شروع کیا:

اگر میں آپ لوگوں سے کہوں کہ اِس پہاڑ کے دامن میں گھڑسواروں کا ایک لشکر ہے جو کسی وقت بھی حملہ آور ہو سکتا ہے تو آپ میرے

بارے میں کیا کہیں گے؟ کیا آپ میری بات کو سچ مانیں گے؟

لوگوں نے جواب دیا: ہمارے تجربے میں آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ہے۔

تب آپ نے کہا: میں آپ لوگوں کو آنے والے سخت عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ میں تمھارے درمیان اِس وقت اُس آدمی کی طرح ہوں جو دشمن کو آتا دیکھ کر اپنے بال بچوں کی حفاظت کے لئے چل پڑے، لیکن اِس ڈر سے کہ کہیں دشمن اُس کے پہنچنے سے پہلے نہ آ دھمکے، وہ چیخنے لگے: بچاؤ! بچاؤ!

اے بنو کعب بن لؤی! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔

اے بنو مُرّہ بن کعب! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔

اے بنو عبد شمس! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔

اے بنو عبد مناف! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔

اے بنو ہاشم! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔

اے بنو عبد المطلب! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔

اے فاطمہ! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔

کیونکہ میں اللہ کی پکڑ سے تمھیں نہیں بچا سکتا، البتہ رشتہ داری نبھا سکتا ہوں۔

اے قریش کے لوگو! اپنی جانوں کو اللہ سے خرید لو۔ میں تمھیں اللہ سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا۔

اے بنو عبد مناف! میں تمھیں اللہ سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا۔

اے عباس بن عبد المطلب! میں تمھیں اللہ سے کچھ بھی

بے نیاز نہیں کرسکتا۔

اے صفیہ! میں تمھیں اللہ سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کرسکتا۔

اے فاطمہ! میں تمھیں اللہ سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کرسکتا۔

یہ تقریر سن کر ابولہب نے کہا تھا: کیا تم نے اِسی لئے ہم لوگوں کو جمع کیا تھا؟ تمھارے لئے ہلاکت ہو!

اللہ تعالیٰ کو ملعون ابولہب کی یہ حرکت بہت ناگوار گذری کہ اُس نے اسلام کی دعوت و تبلیغ پر رسول اللہ ﷺ کو اتنا برا بھلا کہا، چنانچہ اُس کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے پوری سورت نازل فرمادی:

﴿تَبَّتْ يَدَا اَبِىْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ • مَا اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ • سَيَصْلٰى نَاراً ذَاتَ لَهَبٍ • وَّامْرَأَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ • فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ •﴾[لھب:۱+۵]

(ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ نامراد ہوگیا۔ اُس کا مال اور اُس کی کمائی اُس کے کام نہ آئی۔ جلد ہی وہ بھڑکتی آگ میں پڑے گا اور اُس کی بیوی بھی، ایندھن ڈھوتی ہوئی۔ اُس کے گلے میں بٹی ہوئی (موٹی) رَسّی ہوگی۔) [۳]

اب اسلام گھر سے باہر آچکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کسی کی پرواکئے بغیر کھل کر تبلیغ کرنے لگے تھے۔

☆☆☆

---

[۳] دلائل النبوۃ:۲/۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۸۱-۱۸۲، اسباب نزول القرآن:۴۹۸-۴۹۹، لباب النقول:۲۳۷، بخاری:۳/۳۳۳، حدیث:۴۹۷۱) تفسیر الطبری:۱۵/۳۳۷

ضیافت اور دعوت

ایک دن آپ نے حضرت علی کرّم اللہ وجھہ الکریم کوحکم دیا کہ کھانے کا انتظام کرو، جس میں بکری کی ران اور دودھ کا اہتمام ہو۔ حضرت علی نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ تب آپ نے کہا: بنو ہاشم کو بلالاؤ! علی گئے اور سب کو بلالائے۔ وہ کم وبیش چالیس افراد تھے۔ اُن میں دس ایسے لوگ بھی تھے جو بکری کے ایک چھوٹے بچے کو سالن سمیت کھالیتے تھے۔ جب گوشت کا پیالہ حاضر کیا گیا تو آپ نے اوپر سے اٹھایا پھر کہا کہ: آپ لوگ کھائیں۔ لوگوں نے شکم سیر ہوکر کھایا، پھر بھی کھانا بدستور رکھا رہا۔ اُس میں سے کچھ ہی کم ہوا تھا۔ پھر علی دودھ کا برتن لے کر آئے جسے لوگوں نے سیراب ہوکر پیا۔

جب سارے لوگ کھا پی چکے تو رسول اللہ ﷺ نے کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ اُس سے پہلے اُنہی لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ آج کی طرح تو ہم نے کبھی جادو نہ دیکھا تھا۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے خاموشی اختیار کر لی۔

دوسرے دن پھر آپ نے علی کو کھانے کا انتظام کرنے کو کہا، پھر بنو ہاشم آکر جب کھا پی چکے تو رسول اللہ ﷺ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اُنھوں نے پھر وہی پچھلی بات دہرا دی۔

رسول اللہ ﷺ نے پھر خاموشی اختیار کر لی۔

تیسری بار پھر علی نے ضیافت کا اہتمام کیا اور بنو ہاشم پھر اکٹھا ہوئے۔ جب سارے لوگ کھا پی چکے تو رسول اللہ ﷺ نے اُن سے پہلے اپنی بات شروع کر دی۔ آپ نے کہا:

(اگر تبلیغ کرتے کرتے میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں تو)

تم میں سے کون میرا قرض ادا کرے گا اور میرے بعد میرے بال بچوں کا سرپرست بنے گا؟

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے کہا:

تم میں سے کون مجھ سے اِس بات پر بیعت ہوگا کہ وہ
(دین کے اِس کام میں) میرا بھائی اور ساتھی بنے۔

یہ سن کر سبھوں نے چپ سادھ لی۔ آپ کے چچا عباس بھی اِس ڈر سے خاموش رہے کہ اِس میں اُن کی دولت ختم ہوجائے گی۔ علی بھی اپنے بزرگ چچا کے لحاظ میں چپ رہے۔ پھر آپ نے دوسری مرتبہ وہی بات کہی۔ عباس پھر خاموش رہے۔ علی سے اُن کی خاموشی دیکھی نہ گئی اور وہ بول پڑے:

''میں، یارسول اللہ''!

اُس وقت علی کا حلیہ بھی درست نہ تھا، آنکھیں چندھیائی ہوئیں، پیٹ نکلا ہوا اور پنڈلیاں دبلی پتلی۔[۴]

حضرت علی نے جوشِ محبت میں اپنے سراپا کو دیکھنے کی بھی زحمت نہ کی۔ وہ ہر موڑ پر اپنے رسول ﷺ کا ساتھ دینے کو تیار تھے۔ چاہے اُن کی کمزور حالت اُن کا ساتھ دے نہ دے۔

رسول اللہ ﷺ کو اِس صورتِ حال سے بڑی مایوسی ہوئی۔ مسئلہ علی کا نہیں، وہ تو ساتھ ساتھ ہیں، اسلام تو دنیا کے چپے چپے میں پہنچانا منظور ہے۔ رسول اللہ ﷺ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اُنھوں نے تبلیغ دین کا جو بیڑا اٹھایا ہے؛ اُس میں ہر آن اپنی جان کا خطرہ ہے، پھر بھی آپ ہارے نہیں۔ دل مضبوط کر کے اپنے مشن میں لگے رہے۔ حالت یہ تھی کہ آپ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، ملتے جلتے، موقع بموقع، ہر گلی موڑ پر، ہر جگہ، ہر مجلس میں، میلوں میں اور حج کے دنوں میں برابر اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ غلام، آزاد، کمزور، طاقتور، فقیر اور مالدار؛ سب کے سامنے اسلام پیش کرتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ کسی طرح اپنی تبلیغ سے باز نہ آئے۔ اب اسلام کا معاملہ کھل کر سامنے آگیا تھا۔ آئے دن لوگ مسلمان ہوتے جارہے تھے۔ مکے والوں کو اِس سے بڑی

---

[۴] تفسیر ابن کثیر: ۶/ ۵۷۹-۵۸۱

تشویش پیدا ہوگئی تھی۔ وہ آپ سے اور آپ کے لائے ہوئے دین سے حد درجہ ناراض تھے۔ یوں تو اِس بڑھتے ہوئے مسئلے کو وہ تلوار ہی سے حل کرنا چاہتے تھے، مگر آپ کے چچا ابوطالب کا منہ دیکھ کر سب بے بس ہو کر رہ جاتے۔ آخر کریں تو کیا کریں؟

چونکہ رسول اللہ ﷺ اپنے دادا عبدالمُطَّلِب کی وفات کے بعد اپنے چچا ابوطالب کی سرپرستی ہی میں پلے بڑھے اور جوان ہوئے۔ چچا ابوطالب آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے، ہر موڑ پر آپ کا ساتھ دیتے اور آپ کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے۔ یہ معاملہ کھلی کتاب کی طرح سب کے سامنے تھا۔ اِسی لئے براہِ براست آپ سے چھیڑ خانی کرنے کی کسی سے ہمت نہیں بن پڑتی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ طوفان بغیر کسی روک ٹوک کے ہی ختم ہو جائے، لیکن اسلام دن بدن بڑھتا ہی جارہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کھلم کھلا تبلیغ کر رہے تھے اور بلا جھجک شرک اور بت پرستی کے خلاف آواز اُٹھانے لگ گئے۔

قریش کا پہلا وَفد ابوطالب کے پاس

کافروں نے جب اچھی طرح دیکھ سن لیا کہ محمد ﷺ نہ اپنا بڑھتا ہوا معاملہ روکیں گے اور نہ ہی ابوطالب کے جیتے جی ہم اُن کا کچھ بگاڑ سکیں گے، لھٰذا عاجز آ کر ایک دن قریش کے کچھ معزز لوگ ابوطالب کے پاس پہنچتے ہیں۔ جس میں ربیعہ بن عبدالشّمس کے دونوں صاحبزادے عُتْبَہ اور شَیبَہ، ابوسُفْیان بن حَرْب، اَسوَد بن مُطَّلِب، ابوجَہْل بن ہِشَام، وَلید بن مُغِیرَہ، حَجَّاج بن عامر کے دونوں صاحبزادے: نُبَیہ اور مُنَبِّہ اور عاص بن وائل جیسی نامور ہستیوں کے چہرے شامل تھے۔ اُن حضرات نے ابوطالب سے کہا:

> ''اے ابوطالب! بے شک آپ کے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو گالی دی ہے، ہمارے دین کو عیب لگایا ہے۔ ہمیں بے عقل کہا ہے اور ہمارے باپ داداؤں کو گمراہ بتایا ہے۔ یا تو آپ اُن کی حرکتوں پر روک لگائیں یا ہمارے اور اُن کے درمیان سے نکل جائیں،

کیونکہ آپ بھی ہماری طرح اُن کے (مشن کے) خلاف ہیں۔لھٰذا
اُن کے لئے ہمیں لوگ کافی ہیں''۔

اِس پر ابو طالب نے اُن لوگوں سے چکنی چپڑی باتیں کیں اور بڑی خوبصورتی سے اُنھیں ٹال دیا۔چنانچہ وہ لوگ واپس چلے گئے۔

ابو طالب کے پاس دوسرا وَفد

اُدھر رسول اللہ ﷺ برابر اپنے کام میں لگے رہے۔اللہ کے دین کو کھلم کھلا بیان کرتے اور لوگوں کو اُس کی دعوت دیتے۔اِس طرح صورتِ حال پہلے سے زیادہ بگڑ گئی۔ یہاں تک کہ لوگ آپ سے دور ہو گئے اور آپ کے دشمن بن گئے۔قریش میں ہر وقت آپ ہی کا چرچا رہنے لگا۔

چنانچہ ایک بار پھر وہ لوگ جذباتی ہو کر ابو طالب کے پاس پہنچے اور بولے:

''اے ابو طالب ! بے شک آپ ہمارے درمیان بزرگ، عزت دار اور ذی حیثیت آدمی ہیں۔ہم لوگوں نے چاہا تھا کہ آپ اپنے بھتیجے پر روک لگائیں ،لیکن آپ نے اُنھیں روکا نہیں۔اب ہم اللہ کی قسم !اِس چیز کو برداشت نہیں کر سکتے کہ وہ ہمارے باپ دادا کو گالی بکیں ،ہمیں بیوقوف کہیں اور ہمارے معبودوں میں کیڑے نکالیں۔ آپ اُنھیں روک سکیں تو روک لیں ورنہ ہم اُنھیں اور آپ کو ایک ہی خانے میں رکھیں گے، یہاں تک کہ دو گروہوں میں سے ایک ہلاک ہو جائے''۔

اتنا کہہ کر وہ لوگ واپس چلے گئے۔

ابو طالب پر اپنی قوم کی جدائی اور اُن کی دشمنی بوجھ بن گئی۔نہ تو وہ رسول اللہ ﷺ کو قریش کے حوالے کرنے پر راضی تھے اور نہ اُن کا ساتھ چھوڑنے پر۔

تبلیغ سے باز رکھنے کی کوشش اور
ابو طالب کو رسول اللہ ﷺ کا جواب

اِس گفتگو کے بعد ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ کو بلا کر کہا:

''بھتیجے! ابھی میری قوم میرے پاس آئی تھی۔ اُن لوگوں نے مجھ سے ایسا ایسا کہا ہے، لھٰذا مجھ پر اور اپنے آپ پر رحم کھاؤ۔ مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جسے میں اٹھا نہ سکوں''۔

رسول اللہ ﷺ نے اِس بات سے یہ سمجھ لیا کہ چچا نے اُن کے بارے میں ایک رائے قائم کر لی ہے کہ وہ اُن کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور اُنھیں قریش کے حوالے کر دیں گے۔ اب وہ اُن کی مدد کرنے اور اُن کا ساتھ دینے میں کمزور پڑ چکے ہیں۔

اِس پر آپ نے اپنے چچا سے کہا:

''چچا جان! اللہ کی قسم! اگر وہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج لا کر رکھ دیں اور بائیں ہاتھ میں چاند کہ میں اِس کام سے باز آجاؤں تو میں باز نہیں آسکتا۔ یا تو اللہ اُس کام کو غالب کر دے گا یا میں اُس کے لئے مٹا دیا جاؤں گا''۔

کہتے کہتے رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں ڈَبڈَبا گئیں، پھر آپ رو پڑے۔ جب آپ اٹھ کر جانے لگے تو ابو طالب نے آپ کو آواز دے کر کہا: بھتیجے آؤ! رسول اللہ ﷺ اُن کے پاس آئے تو اُنھوں نے کہا:

''بھتیجے! جاؤ جو جی چاہے کہو، اللہ کی قسم! میں تمھیں کبھی کسی بات پر اُن کے حوالے نہیں کروں گا''۔

قریش کا تیسرا وفد: عُمارَہ بن وَلید کے ساتھ

جب قریش نے سمجھ لیا کہ ابو طالب نہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑیں گے اور نہ

اُنھیں ہمارے حوالے ہی کریں گے، وہ اِس کے لئے ہمیں چھوڑنے اور ہم سے دشمنی کرنے پر بھی آمادہ ہیں تو تیسری مرتبہ پھر وہ لوگ عُمارہ بن ولید بن مُغیرہ کو اپنے ساتھ لے کر اُن کے پاس پہنچے، اُن لوگوں نے ابوطالب سے کہا:

''اے ابوطالب! یہ عمارہ بن ولید، قریش کا گورا چٹا، کڑیل جوان ہے۔ آپ اِسے قبول کریں۔ یہ آپ کے لئے سمجھداری کا کام کرے گا اور آپ کو مدد پہنچائے گا۔ آپ اِسے اپنا بیٹا بنالیں۔ یہ آپ کے سپرد ہے اور اپنے اُس بھتیجے کو ہمارے حوالے کردیں جس نے آپ کے اور آپ کے باپ دادا کے دین کی مخالفت کی ہے، آپ کی قوم کو تتر بتر کردیا ہے اور ہمیں بیوقوف کہا ہے تاکہ ہم اُسے قتل کردیں۔ یہ ایک آدمی دے کر دوسرا آدمی لینا ہے''۔

تب ابوطالب نے کہا:

''اللہ کی قسم! کتنے برے سودے کی تم لوگ مجھے تکلیف دے رہے ہو! کیا تم مجھے اپنا بیٹا اِس لئے دو گے کہ میں اُسے کھلاؤں پلاؤں اور میں اپنا بیٹا تمھیں اِس لئے دوں کہ اُسے قتل کرڈالو؟ یہ اللہ کی قسم! کبھی نہ ہوگا''۔

مُطعَم بن عدِی نے کہا:

''اللہ کی قسم، اے ابوطالب! آپ کی قوم نے آپ کے ساتھ انصاف سے کام لیا اور پوری کوشش کرڈالی کہ آپ کو اپنی ناپسندیدہ چیز سے نجات مل جائے، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اُن کی کوئی بات ماننا ہی نہیں چاہتے۔

ابوطالب نے مُطعم سے کہا: اللہ کی قسم! اُن لوگوں نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے۔ تم تو سب کو اِس بات پر اکٹھا

کر رہے ہو کہ وہ میرا ساتھ چھوڑ دیں اور مجھ پر اُن کا دباؤ بن جائے، پھر تم سے جو بن پڑے کر گذرو"۔[۵]

کافروں کے سامنے یہی ایک تدبیر رہ گئی تھی کہ وہ ابوطالب پر دباؤ بنائیں۔ پہلے تو ابوطالب نے اُنھیں ٹال دیا، لیکن دوسری مرتبہ اُن کی دھمکی آمیز گفتگو سن کر وہ کچھ ڈر سے گئے۔ اُنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو تبلیغی مشن بند کرنے کی رائے دی، کیونکہ اُس سے دونوں ہی مصیبت میں پڑ سکتے تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ کا جرأتمندانہ جواب سن کر اور آپ کی بھیگی پلکیں دیکھ کر وہ پگھل گئے۔ اُن کے سینے میں بھتیجے کی محبت اُبھر آئی۔ چنانچہ فوراً ہی اُنھوں نے اپنی رائے بدل لی۔ اب وہ ہر مصیبت جھیلنے کے لئے تیار تھے، لیکن یہ گوارا نہ تھا کہ اُن کے بھتیجے کو کوئی ٹھیس پہنچے۔

کافروں نے جب دیکھ لیا کہ اُن کی دھمکی آمیز گفتگو کا ابوطالب پر کوئی اثر نہ ہوا تو اُنھوں نے ایک شاطرانہ چال چلی۔ ابوطالب کے سامنے اُنھوں نے ایک ایسی تجویز رکھی جس سے وہ بڑی خوبصورتی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ! قتل کر سکتے تھے۔ قریش کے اُن کافروں کو غلط فہمی ہو چلی تھی کہ ابوطالب کو کسی مضبوط اور خوبصورت جوان کے سہارے کی ضرورت ہے۔ اِس لئے وہ لوگ عُمارہ بن ولید کے بدلے اُن کے بھتیجے پر اپنا قبضہ جمانے کا داؤ پیچ کرنے لگے، لیکن وہ بھول رہے تھے کہ ابوطالب اپنی فطری محبت سے پیچھا چھڑا کر ایک اجنبی کو اپنے دل میں جگہ دیں گے؟ اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں۔ بات صرف شکل وصورت ہی کی نہیں تھی، بلکہ ابوطالب تو رسول اللہ ﷺ کی اُن بہت ساری خوبیوں پر نثار تھے جس کی گرد بھی عمارہ بن ولید نہیں پا سکتا تھا۔

ابوطالب نے فوراً ہی بھانپ لیا کہ یہ قریش کے ہشیار بننے والے لوگ میرے بھتیجے کے قتل کا منصوبہ بنا کر آئیں ہیں اور کس خوبصورتی سے ساری ذمہ داری میرے سر ڈال دینا چاہتے ہیں۔ ابوطالب نے بھی اُن عزت دار لوگوں کو جھڑک کر رخصت کر دیا۔

---

[۵] سیرۃ ابن ہشام: ۱/۳۰۰+۳۰۴

ابوطالب کا یہ برتاؤ دیکھ کر قریش بھڑک اٹھے، ماحول میں اشتعال برپا ہوگیا، جنگ کی صورتِ حال نظر آنے لگی اور وہ کھل کر دشمنی پر اُتر آئے۔
رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کا طوفان زور پکڑ چکا تھا، لیکن آپ کی تبلیغی مہم بدستور جاری رہی۔

مذہب یا مذاق

کافروں نے ابوطالب پر ہر طرح سے دباؤ ڈال کر دیکھ لیا۔ جب اُن کی دال کسی طرح نہ گلی تو اُنھوں نے براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کر کے ایک عجیب وغریب پیشکش کی ۔ یہ پیشکش اُس وقت کی گئی جب رسول اللہ ﷺ کعبے کا طواف کر رہے تھے۔ چنانچہ اَسود بن مُطلب ، وَلید بن مُغیرہ ، اُمَیَّہ بن خَلَف اور عاص بن وائل سہمی آپ سے کہتے ہیں:

''اے محمد ﷺ! آیئے ہم آپ کے معبود کی عبادت کرتے ہیں اور آپ بھی ہمارے معبود کی عبادت کریں۔ اِس کام کو ہم اور آپ مل جل کر انجام دیں ۔ اگر آپ کی عبادت ہماری عبادت سے بہتر ثابت ہوئی تو ہمیں اُس بہتر چیز سے کچھ حصہ مل جائے گا اور اگر ہماری عبادت آپ کی عبادت سے بہتر نکلی تو آپ کو اُس بہتر عبادت سے بھی کچھ حصہ مل جائے گا''۔

کافروں کی اِن باتوں پر سورۂ ''کافرون'' نازل ہوتی ہے:
﴿ کہہ دو اے کافرو! جو کچھ تم پوجتے ہو میں وہ پوجا نہیں کروں گا ۔ اور نہ تم لوگ وہ عبادت کرنے والے ہو جو میں کرتا ہوں ۔ اور نہ میں اُس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی عبادت تم لوگوں نے کی ۔ اور نہ تم وہ عبادت کرنے والے ہو جو میں کرتا ہوں۔ تمھارے

لئے تمھارا دین اور میرے لئے میرا دین • ﴾

رسول اللہ ﷺ نے واضح کر دیا کہ اگر تم لوگ اِس شرط پر صرف اللہ کی عبادت کرو گے کہ کچھ میں بھی تمھارے معبودوں کی پوجا کروں تو مجھے تم سے ایسی کوئی ضرورت نہیں ہے۔تم سب اپنا دین لئے پڑے رہو۔ مجھے میرا دین کافی ہے۔

کافروں کا اصل مقصد یہ نہ تھا کہ نرم پالیسی اختیار کر کے اسلام سے کچھ صلح کریں، بلکہ یہ اُن کی ایک چال تھی اور ایک الجھاؤ کہ کسی طرح محمد ﷺ کو اور اُن کے لائے ہوئے دین کو بدنام اور مشکوک قرار دیا جائے۔شہر بھر میں یہ افواہ پھیلا دی جائے کہ معاذ اللہ! محمد ﷺ بتوں کی پوجا پر راضی ہو گئے ہیں۔ اِس طرح پھر اسلام کو ایک قدم آگے بڑھنے کا راستہ نہیں مل پاتا۔

مگر رسول اللہ ﷺ نے دوٹوک جواب دے کر اُنھیں واپس کر دیا کہ میرا دین کوئی مذاق نہیں ہے۔جس دین کی بنیاد ہی بت پرستی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہے، اُس میں بھلا اِس بات کی گنجائش تو کیا سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ لمحہ بھر کے لئے بھی توحید کو چھوڑ دیا جائے اور شرک کی گندگی سے اپنے آپ کو آلودہ کر لیا جائے۔

قریش کا جارحانہ منصوبہ

پھر قریش نے آپس میں یہ طے کیا کہ جس کسی قبیلے میں جو شخص مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو گیا ہے؛ اُسے ستائیں اور ایذا پہنچائیں۔ چنانچہ اُن کافروں نے اِس منصوبے پر بھرپور عمل کیا اور بری طرح مسلمانوں کو پریشان کرنا اور اذیت دینا شروع کیا، لیکن وہ رسول اللہ ﷺ کا کچھ بگاڑ نہیں پا رہے تھے۔ کیونکہ چچا ابوطالب بیچ میں اُن کے لئے رکاوٹ تھے۔[٦]

چونکہ ابوطالب نے جب دیکھا کہ قریش کے لوگ خاندانِ بنو ہاشم اور خاندانِ

---

[٦] سیرۃ ابن ہشام: ۳۰۵/۱

بنومطلب پر بھی ظلم کرنے لگے ہیں تو اُنھوں نے اپنے دونوں خاندان والوں کو بلا کر کہا کہ آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیں اور اُن کی حفاظت کریں تو سب نے ابوطالب کی اِس رائے کو مان لیا اور ساتھ دینے کو تیار ہو گئے، لیکن ابوطالب کے بدنصیب بھائی ابولہب نے صاف انکار کر دیا۔[۷]

یہ اُسی کا نتیجہ تھا کہ قریش رسول اللہ ﷺ پر اب تک ہاتھ نہیں اٹھا پار ہے تھے۔

قریش کی پروپیگنڈہ میٹنگ

ایک دن قریش کے کچھ لوگ ولید بن مغیرہ کے پاس اکٹھا ہوئے جو قریش میں ایک عمر دراز آدمی تھا۔ اُس نے پوچھا: قریشیو! حج کا دن سر پر آچکا ہے۔ جلد ہی عرب کے وفد آپ کے پاس آئیں گے، جنھوں نے آپ کے صاحب (محمد ﷺ) کا معاملہ سن رکھا ہے، لھٰذا اُن کے معاملے میں سب لوگ ایک رائے قائم کرلو۔ اُن کے بارے میں الگ الگ باتیں نہ کہنا ورنہ ایک دوسرے کے نزدیک جھوٹے بنو گے اور آپس ہی میں ایک دوسرے کی بات رَد کرو گے۔

ان سبھوں نے کہا کہ: ہم محمد ﷺ کو ''کاہن'' کہیں گے۔

اُس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! وہ کاہن نہیں ہیں۔ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے، نہ وہ کاہنوں کی طرح گنگناہٹ (منمنانے) والی آواز میں بولتے ہیں اور نہ بنا بنا کر جملے نکالتے ہیں۔

اُنھوں نے کہا کہ: ہم اُنھیں ''دیوانہ'' کہیں گے۔

اُس نے کہا: وہ دیوانے بھی نہیں، دیوانگی ہماری جانی پہچانی چیز ہے۔ بولتے وقت ایسا نہیں کہ اُن کا گلا گھونٹا ہوا ہو، نہ اُن کے بدن میں کھنچاؤ ہوتا ہے اور نہ وسوسے کی بولی ہوتی ہے۔

---

[۷] ایضاً

اُنھوں نے کہا: ہم اُنھیں ''شاعر'' کہیں گے۔
اُس نے کہا: وہ تو شاعر نہیں، ہمیں ہر طرح کے شعر کی پہچان ہے، اُن کا کلام شعر نہیں۔
اُنھوں نے کہا: ہم اُنھیں ''جادوگر'' کہیں گے۔
اُس نے کہا: وہ جادوگر نہیں، ہم نے جادوگروں کو اور اُن کے جادوؤں کو دیکھا ہے۔ وہ جادوگروں کی طرح گنڈے بنا کر (دھاگوں میں گرہ لگا لگا کر) اُس پر دَم نہیں کرتے۔
تب اُنھوں نے کہا: اے عبد شمس! آخر ہم اُنھیں کیا کہیں؟
اُس نے کہا: اللہ کی قسم بے شک اُن کے کلام میں چاشنی ہوتی ہے۔ جیسے کھجور کا پھلدار درخت جس کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں اور پھل مزیدار۔ آپ لوگ ایسی جو بات بھی کہیں گے؛ پتہ چل جائے گا کہ ''جھوٹ'' ہے۔ زیادہ سے زیادہ اُن کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ جادوگر ہیں۔ وہ ایک ایسی جادوئی بولی بولتے ہیں جس سے باپ بیٹے، بھائی بہن اور میاں بیوی میں جدائی پڑ جاتی ہے اور آدمی اپنے خاندان سے کٹ جاتا ہے۔
چنانچہ اِس بات پر اتفاق کر کے سب لوگ وہاں سے رخصت ہو گئے۔
پھر جب حج کے زمانے میں لوگ اِدھر اُدھر سے آنے لگے تو یہ لوگ گذرگاہوں پر بیٹھ گئے۔ ہر آنے جانے والے سے کہتے کہ وہ محمد (ﷺ) سے بچ کر رہیں اور پھر آپ کے بارے میں وہی بکواس کرتے۔[۸]
جب کافروں سے کچھ نہ بن پڑا تو جھوٹے پروپیگنڈوں کا سہارا لیا۔ رسول اللہ ﷺ کی صاف ستھری شخصیت کو مجروح کرنے کا باطل کے پاس یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔ باطل کبھی دلیلوں کے ساتھ نہیں آتا، وہ ہمیشہ غیر معقول حرکتیں کرتا ہے۔ خصوصاً جھوٹا پروپیگنڈا اُس کا سب سے بڑا ہتھیار رہا ہے۔ اُس کی سب سے پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ بات کا جواب بات سے نہ دے کر بولنے والے کی ذات پر کیچڑ اچھالی جائے۔ ''ذات'' اتنی مشکوک بنا دی جائے کہ پھر کوئی اُس کی بات سننے والا ہی نہ رہ جائے۔ کافروں نے اسلام کے مقابلے میں وہی پرانا ہتھیار اٹھایا جو ہمیشہ سے ہر دور میں استعمال ہوتا آ رہا تھا۔

---

[۸] سیرۃ ابن ہشام: ۱/۳۰۶، ۳۰۷

اُلٹی ہوگئیں سب تدبیریں

قریش کو اپنی اِس چال سے کتنا فائدہ پہنچا؟ یہ وہی جانیں، البتہ رسول اللہ ﷺ کو اِس سے ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ آناً فاناً سارے عرب میں آپ کی اور آپ کے لائے ہوئے دین کی شہرت ہوگئی۔ ہر طرف آپ کا چرچا ہونے لگا۔ دوسرے شہروں میں آپ کا ذکر چل پڑا۔ گلی کوچوں سے ہوتی ہوئی یہ شہرت مدینے جا پہنچی۔ وہاں اَوس اور خَزرُج نام کے دو بڑے مشہور قبیلے آباد تھے۔ اُنھوں نے پہلے بھی یہودی علماء کی زبانی ایک آنے والے نبی کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا۔ اُنھیں جب معلوم ہوا کہ مکے کی خاک سے اٹھنے والے اُس نبی کے ساتھ قریش کا سلوک اچھا نہیں اور وہ اُن کی تبلیغ کے خلاف ہیں تو ابوقیس بن اَسلت نام کے ایک شخص نے حالات کے پیشِ نظر ایک قصیدہ لکھا۔ جس میں اُس نے قریش کو تنبیہ کی تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی چھیڑ خانی نہ کریں ورنہ اللہ کا عذاب نازل ہوگا۔[۹]

اب حالات پہلے سے زیادہ خراب ہو چکے تھے۔ پورے قریش میں آپ کے خلاف نفرت و عداوت کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ قریش نے کچھ نادان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے لگا دیا تاکہ وہ اُنھیں جھٹلائیں، ستائیں، اُنھیں شاعر، جادوگر، کاہن اور دیوانہ بتائیں، لیکن رسول اللہ ﷺ اُن سب باتوں کی پروا کیے بغیر اسلام کی کھل کر، بے جھجک تبلیغ کرتے رہے جو کافروں کو بہت ناگوار گزری۔ آپ اُن کے دین کا عیب کھول کر بتاتے اور بتوں کی پوجا سے الگ تھلگ رہنے کو کہتے۔[۱۰]

جان کے دشمن

جب رسول اللہ ﷺ کی دعوت و تبلیغ کے اُمڈتے ہوئے سیلاب کو کسی باندھ سے

---

[۹] سیرۃ ابن ہشام: ۱/۳۱۹، ۳۲۰

[۱۰] سیرۃ ابن ہشام: ۱/۳۲۶

روکا نہیں جاسکا تو کافر کھل کر آپ کے سامنے آ گئے اور پوری طرح آپ کے دشمن بن گئے۔ وہ ہر وقت بیٹھ کر یہی سوچا کرتے کہ محمد ﷺ کو کس طرح راستے سے ہٹایا جائے، چنانچہ ایک بار مقامِ حجر[☆] میں ایک ایسی ہی میٹنگ چل رہی تھی۔قریش آپ کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ:

''ہم نے اِس آدمی (محمد ﷺ) کے معاملے میں جتنا صبر سے کام لیا ہے، اِتنا کبھی ہم نے کسی معاملے میں صبر نہیں کیا۔اُس نے ہمارے دانشوروں کو بیوقوف کہا، ہمارے باپ دادا کو گالی بکی، ہمارے دین میں کیڑے نکالے، ہماری جماعت کو تتر بتر کر دیا اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہا۔اتنی بڑی بڑی بات پر بھی ہم نے صبر سے کام لیا''۔

ابھی وہ لوگ بیٹھے گفتگو کر ہی رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نمودار ہوئے۔آپ چلتے ہوئے آئے، رکن کا بوسہ لیا پھر کعبے کا طواف کرنے لگے۔جب آپ اُن کے پاس سے گذرے تو اُنھوں نے آپ پر کچھ آوازیں کسیں جنھیں سن کر آپ کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے، پھر آپ آگے بڑھ گئے۔طواف کرتے ہوئے جب دوسری مرتبہ آپ اُن کے قریب سے گذرے تو اُنھوں نے پھر اُسی طرح طنز کیا۔آپ ٹھہر گئے، پھر بولے: قریشیو! کیا تم لوگ سن رہے ہو؟ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تم لوگوں کا مذہب ملیا میٹ کرنے آیا ہوں۔

آپ کی یہ بات اُن کے دل میں (تیر کی طرح) لگی۔سن کر ہر شخص سنّاٹے میں آ گیا، جیسے اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ یہاں تک کہ جو پہلے سب سے زیادہ آپ پر پھبتیاں کس رہا تھا، وہی بڑی نرمی سے بول پڑا: اے ابوالقاسم! آپ نادان نہیں ہیں۔

رسول اللہ ﷺ وہاں سے چلے آئے۔

دوسرے دن وہ لوگ پھر مقامِ حجر میں اکٹھا ہوئے۔وہ آپس میں کہہ رہے تھے کہ آپ لوگوں نے اُن سے بات چیت کر کے دیکھ لیا۔آپ کو جو باتیں ناگوار ہیں، وہی باتیں

[☆] وہ گول دیوار جو کعبے کی مغربی جانب اٹھی ہوئی ہے۔اُس کو حطیم بھی کہتے ہیں۔

[النہایۃ: ۳۴۱/۱، تاج العروس: ۵۳۵/۱۰، لسان العرب: ۱۷۰/۴]

وہ ڈنکے کی چوٹ پر کہہ کر چلا گیا اور آپ سب دیکھتے رہ گئے۔ ابھی اُن کی گفتگو جاری ہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ وہاں نمودار ہوگئے۔ دیکھتے ہی سب آپ کی طرف ایک ساتھ جھپٹ پڑے اور آپ کو گھیر کر کہنے لگے: تمھی ایسی ایسی باتیں کرتے ہو؟

چونکہ آپ اُن کے معبودوں اور اُن کے دین میں عیب نکالا کرتے تھے۔

آپ نے فرمایا: ہاں! میں ہی ایسی باتیں کرتا ہوں۔

اتنے میں اُن کا ایک آدمی آپ کی چادر پکڑ کر آپ کی گردن پر کسنے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر روتے ہوئے آئے اور اُسے (کھینچتے ہوئے) کہنے لگے: کیا تم اُس انسان کو مار ڈالو گے جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟

یہ دیکھ کر سارے کافر وہاں سے چلتے بنے۔[۱۱]

بخاری کی روایت میں یہی بات اِس سے بھی زیادہ صاف ستھرے لفظوں میں موجود ہے:

''عروہ بن زبیر نے ابن عمرو بن عاص سے پوچھا کہ مشرکوں کا نبی ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ اذیت ناک سلوک کیسا تھا؟

اُنھوں نے کہا کہ نبی ﷺ حجر کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں عقبہ بن ابومُعَیط آتا ہے اور اپنی چادر اُن کے گلے میں پھنسا دیتا ہے، پھر خوب زور لگا کر گلا گھونٹنے لگتا ہے۔ اتنے میں ابوبکر آتے ہیں اور اُس کا کاندھا پکڑ کر اُسے نبی ﷺ سے دور ہٹاتے ہوئے کہتے ہیں: کیا تم اُس آدمی کو مار ڈالو گے جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔[۱۲]

کافروں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کس قدر ظالمانہ رویّہ اختیار کرلیا تھا۔ اگر اسلام کے لئے اُن کے دل میں جگہ نہ تھی اور وہ ایک خدا کی عبادت پر کسی طرح تیار نہ تھے تو اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے۔ کل تک جو انسان اُن کے لئے صادق اور

---

[۱۱] سیرۃ ابن ہشام: ۳۲۶/۱، ۳۲۷

[۱۲] بخاری: ۵۵/۳ (حدیث: ۳۸۵۶)

امین تھا اور جسے وہ اپنے سروں پر بٹھاتے تھے، آج اُس کی جان کے دشمن ہو گئے ہیں۔ صرف اِس بنیاد پر کہ اُسے بتوں کی خدائی تسلیم نہ تھی۔ وہ صرف ایک خدا کے آگے اپنی گردن جھکا سکتا تھا؟

یہ انتہائی معقول بات تھی۔ انسان اتنا گیا گذرا نہیں کہ وہ کنکروں، پتھروں اور اپنے جیسے انسانوں کی عبادت کرنے لگ جائے اور اُنھیں اپنا ''رب'' تسلیم کرلے، مگر نامعقول لوگوں نے اِن باتوں کا پوری شدت سے انکار کیا، اُنھیں اس میں اپنی بیوقوفی اور اپنے معبودوں کی توہین نظر آنے لگی، مگر یہ نہ دیکھا کہ بتوں کی خدائی نے پوری انسانیت کو ذلیل کر کے رکھ دیا ہے۔

جو لوگ رسم ورواج کے پابند ہوتے ہیں اور باپ داداؤں کی تقلید کا پٹہ کس کر اپنی گردنوں میں باندھے ہوتے ہیں، وہ ہمشہ ہی معقول باتوں کے سب سے پہلے دشمن ثابت ہوتے ہیں۔ اُن کی عقل ماری جاتی ہے۔ نظر وفکر سے کام نہیں لیتے، تحقیق وتفتیش اُن کے گھر سے بے دخل ہو جاتی ہی۔

ایسے اذیت ناک ماحول میں رسول اللہ ﷺ پوری سنجیدگی اور صبر سے اسلام کی دعوت پیش کرتے رہے۔

اسلام بڑی مظلومیت کے ماحول میں پروان چڑھا ہے۔ ظالم کافروں کی پھیلائی ہوئی دہشت کے سائے میں دن گذار کر رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے ہیں، پھر یہ کہنا کہاں کا انصاف ہوگا کہ اسلام نے دہشت گردی سے پوری دنیا پر اپنا سکہ جمایا تھا؟

ابوجہل کی گالی گلوج

اَب قریش نے ابوطالب کا لحاظ کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اِس لئے ہر شخص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جری ہوا جا رہا تھا۔ کافروں کی بدسلوکیاں بڑھ گئی تھیں۔ وہ اذیت پر اذیت پہنچا رہے تھے۔ اچھے اچھے لوگ گھٹیا حرکتوں پر اتر آئے تھے، چنانچہ ابوجہل جیسا شخص بھی آپ

کے ساتھ بدتمیزیاں کرنے لگ گیا۔ایک بار کا واقعہ ہے کہ:۔

ابوجہل جو رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔ایک دن صفا پہاڑی کے قریب اُس کی ملاقات رسول اللہ ﷺ سے ہوئی تو اس نے آپ کو چھیڑنا اور گالی دینا شروع کر دیا۔اُسے معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ اُس کے دین کو عیب لگاتے ہیں اور اس کے معاملے کو بے وقعت سمجھتے ہیں ،لیکن رسول اللہ ﷺ کچھ نہ بولے ۔عبداللہ بن جدعان کی ایک کنیز اپنے گھر سے ابوجہل کی باتیں سن رہی تھی ، پھر وہ لوٹ کر کعبے کے پاس آیا جہاں قریش کی مجلس لگتی تھی ۔وہ آکر مجلس میں بیٹھ گیا۔

حضرت حمزہ قریش کے ایک سخت مزاج مضبوط شکاری جوان تھے ۔جانوروں کا تیر سے شکار کیا کرتے تھے۔جب وہ شکار سے لوٹتے تو گھر آنے سے پہلے کعبے کا طواف کرتے ۔اگر وہاں قریش کی مجلس جمی ہوتی تو وہ بھی سلام کر کے بیٹھ جاتے اور اُن سے بات چیت کرتے۔

(وہ اس دن اپنے شکار سے واپس ہو رہے تھے کہ) راستے میں اسی کنیز سے سامنا ہو گیا۔اُس نے اُنھیں بتانا شروع کیا کہ:

اے ابوعُمارہ! کاش آپ کو پتہ ہوتا کہ ابوالحکم بن ہشام (ابوجہل) نے آپ کے بھتیجے محمد (ﷺ) کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ وہ یہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ اُس نے اُنھیں ستانا اور گالی دینا شروع کر دیا۔اُسے اُن کی طرف سے کچھ ناگوار خبر مل گئی تھی ، پھر وہ لوٹ کر چلا گیا اور محمد ﷺ نے اُسے کچھ نہ کہا۔

اتنا سننا تھا کہ حضرت حمزہ کا غصہ بھڑک اٹھا۔وہ ابوجہل کو ڈھونڈنے نکلے اور اُس کے سر پر جا پہنچے۔اُنھوں نے اپنی کمان اٹھا کر اُس کے سر پر دے ماری اور سر کو بری طرح زخمی کر ڈالا۔ پھر کہا: کیا تم اُس شخص کو گالی بکتے ہو جس کے دین پر میں ہوں؟ وہ جو کہتا ہے وہی میں بھی کہتا ہوں ۔اگر تم میں ہمت ہے تو مجھے بھی اسی طرح گالی دو!

قبیلۂ مخزوم کے کچھ لوگ ابوجہل کی مدد میں حضرت حمزہ کی طرف لپکے ،مگر ابوجہل

نے اُنھیں کہا کہ: ابوعمارہ (حمزہ) کو چھوڑ دو۔ اللہ کی قسم! میں نے اُس کے بھتیجے کو بری بری گالی دی ہے۔

پھر حضرت حمزہ نے اسلام قبول کرلیا اور جو بات انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے کہی تھی، اُسے پورا کر دکھایا۔[۱۳]

ابوجہل کا اصل نام عمرو بن ہشام تھا۔ مکے والے اُس کی حکیمانہ باتوں پر اُسے ''ابوالحکم'' کہا کرتے تھے۔ (جس کا معنی تھا: سب سے زیادہ حکمت و دانائی کی باتیں کرنے والا انسان) جس شخص کی حکمت و دانائی کو مکے میں سراہا جا رہا تھا، اُس شخص کی بدعقلی کا حال یہ تھا کہ وہ ایک شریف اور مہربان آدمی کے ساتھ گالیوں سے باتیں کر رہا تھا اور اُنھیں ایذا پہنچا رہا تھا۔ جس معاشرے کے ''ابوالحکم'' کی عقل کا یہ حال ہو، وہاں کے عوام کی عقلی بدحالی کا اندازہ لگانا ذرا مشکل ہے۔ کوئی اپنے ذاتی دشمن کے ساتھ بھی وہ رویّہ اختیار نہیں کرتا جو قریش کے کافر مستقل اپنائے ہوئے تھے۔

ہر ایک کا منشا یہ تھا کہ کسی طرح محمد ﷺ کا چلایا ہوا دین رک جائے۔ وہ اپنی بڑھتی ہوئی تبلیغ سے باز آجائیں اور پھر سے بتوں کا بول بالا ہو جائے۔ اِس میں کچھ اُن کے دل کا کھوٹ بھی شامل تھا۔ وہ اپنے معبودوں کے تئیں بھی پوری طرح مخلص نہ تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اِس لئے بھی کر رہے تھے کہ اُنھیں اپنا وقار خطرے میں نظر آ رہا تھا۔ قریش کے سردار اِس سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے کہ کہیں اُن کی مرکزی حیثیت پر دھبّہ نہ لگ جائے۔ اِس لئے اُن کی یہ مذہبی لڑائی دھیرے دھیرے ذاتی عناد میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی۔

دولت، منصب اور بادشاہت کا لالچ

وہ اپنی طرح رسول اللہ ﷺ کو بھی دنیا دار انسان سمجھ رہے تھے۔ اُنھیں یہ غلط فہمی

---

[۱۳] سیرۃ ابن ہشام: ۱/۳۲۸-۳۲۹، دلائل النبوۃ: ۲/۲۱۳

بھی ہو چلی تھی کہ محمد ﷺ دولت، منصب اور حکومت کے لئے یہ سارا کھیل کھیل رہے ہیں۔
چنانچہ ایک دن جبکہ رسول اللہ ﷺ کعبے میں تنہا بیٹھے ہوئے تھے اور قریش کی مجلس بھی وہیں جمی ہوئی تھی، عتبہ بن ربیعہ جو ایک سردار تھا؛ اُس نے مجلس میں کہا کہ:

کیا میں محمد ﷺ کے پاس جا کر اُن سے کچھ باتیں نہ کروں اور اُن کے آگے کچھ معاملات نہ رکھوں، شاید وہ اُن میں سے کسی معاملے پر ہاں کر دیں تو ہم لوگ اُن کی مانگ پوری کر دیں اور پھر وہ ہماری مخالفت سے باز آ جائیں؟

اُس وقت حضرت حمزہ ایمان لا چکے تھے اور کافر دیکھ رہے تھے کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

قریش نے کہا: کیوں نہیں اے ابوالوَلید! آپ جا کر اُن سے بات کریں۔

چنانچہ عتبہ، رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا:

اے بھتیجے! بے شک تم جیسا کہ جانتے ہو، ہمارے خاندان میں ایک عزت دار انسان ہو اور نمایاں نسب والے ہو۔ تم اپنی قوم کے پاس اتنا بھیانک معاملہ لے کر آئے ہو جس سے اُن کی جماعت بکھر گئی، اُن کے دانشور بے وقوف بن گئے، اُن کے معبودوں اور دین کو عیب لگ گیا اور اُن کے باپ دادا کافر قرار پائے۔ لھٰذا اب تم میری باتیں غور سے سنو! میں تمھارے سامنے چند معاملات رکھ رہا ہوں، امید ہے کہ تمھیں اُن میں سے کوئی معاملہ پسند آ جائے۔

تب رسول اللہ ﷺ نے اُسے کہا: اے ابوالولید! کہئے میں سن رہا ہوں۔

اُس نے کہا: بھتیجے! اگر تم اپنے چلائے ہوئے دین کے نام پر دولت کمانا چاہتے ہو تو ہم تمھارے لئے اتنی دولت اکٹھا کر دیں گے کہ تم، ہم سب سے زیادہ دولتمند بن جاؤ گے۔

اور اگر کوئی منصب حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہم تمھیں اپنا سردار بنا لیتے ہیں تا کہ یہ سارا ہنگامہ بند ہو جائے۔

اور اگر بادشاہت چاہتے ہو تو ہم تمھیں اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔

اور اگر یہ سب کسی آسیبی خلل کی وجہ سے ہے جیسے تم اپنے سے دور نہیں کر پا رہے ہو تو ہم تمھارے لئے دوا علاج کا انتظام کرتے ہیں اور اُس کے لئے اپنے روپے پیسے خرچ کرتے ہیں تا کہ تم بھلے چنگے ہو جاؤ، کیونکہ جب کسی پر آسیب سوار ہو جاتا ہے تو وہ علاج ہی سے ٹھیک ہوتا ہے

ابھی تک رسول اللہ ﷺ عتبہ کو سن رہے تھے۔ جب اُس نے اپنی بات کہہ لی تو آپ نے کہا: اے ابوالولید! اپنی بات کہہ چکے؟

اُس نے کہا: ہاں!

آپ نے کہا: اب مجھ سے سنو!

اُس نے کہا: سناؤ!

آپ نے تلاوت شروع کی:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حٰمٓ • تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ • كِتَابٌ فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ • بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا فَاَعۡرَضَ اَكۡثَرُهُمۡ فَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ • وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِيۡۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَيۡهِ • [فصلت:۱+۵]

حٰمٓ، بڑے مہربان، نہایت رحم والے کی اُتاری ہوئی۔ وہ کتاب جس کی آیتیں خوب واضح ہیں۔ عربی زبان کا قرآن علم والوں کے لئے ہے۔ خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا، تو اُن میں سے اکثر نے منہ پھیرا، تو وہ لوگ سنتے ہی نہیں۔ اور اُن لوگوں نے کہا: ہمارے دل اُن باتوں سے تنگی میں ہیں جن کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو۔

اُس کے بعد عتبہ اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹا۔ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے: ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ابوالولید آ تو رہا ہے مگر اُس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ جب وہ اُن کے پاس آ کر بیٹھا تو اُنھوں نے پوچھا: اے ابوالولید! جانے کے بعد کیا معاملہ پیش آیا؟

اُس نے بتایا: وہاں جا کر میں نے ایک ایسا کلام سنا ہے کہ اللہ کی قسم! ویسا کلام کبھی میں نے نہیں سنا۔ اللہ کی قسم! نہ وہ شعر ہے نہ جادو اور نہ کہانت۔ اے قریشیو! میری بات مانو، (مجھے اُس کے ساتھ رہنے دو) اس آدمی کو اپنے حال پر چھوڑ کر الگ تھلگ ہو جاؤ، کیونکہ اللہ کی قسم اُس کا کلام سن کر لگتا ہے کہ ضرور کوئی بڑا انقلاب آئے گا۔ اگر عرب نے اُس کا زور توڑ دیا تو بغیر کچھ کئے ہی تم فائدے میں رہو گے اور اگر وہ عرب پر چھا گیا تو اُس کا ملک تمھارا ملک ہے اور اُس کی عزت تمھاری عزت اور اُس کی وجہ سے تم لوگ بڑے خوش قسمت ثابت ہو گے۔

یہ سب کچھ سن کر اُس کے ساتھی بولے: اللہ کی قسم اے ابوالولید! اُس نے آپ پر اپنی زبان کا جادو چلا دیا ہے۔

ابوالولید نے کہا: اُس کے بارے میں یہ میرا خیال ہے۔ تم لولوگوں کو جو سمجھ میں آئے کرو۔[۱۴]

کفارِ قریش کو کسی طرح یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ ہماری طرح کا ایک آدمی کیسے ''نبی'' ہو سکتا ہے؟ محمد ﷺ نے ہمارے درمیان آنکھیں کھولیں، ہمارے ماحول میں پل کر جوان ہوئے اور ہماری طرح کھاتے پیتے، دن گزارتے ہیں۔ نہ وہ کوئی مالدار شخص ہیں اور نہ سردار۔ پھر ''نبوت'' ایک عام آدمی کو کس طرح مل جائے گی۔ سوچنے کا یہی انداز ہر دور کے کافروں کا تھا۔ آنے والے ہر نبی کو کافروں نے یہی کہہ کر دھتکار دیا کہ تم تو ہماری طرح ایک آدمی ہو۔

---

[۱۴] سیرۃ ابن ہشام: ۱/۳۳۰+۳۳۱

سوچنے کے اِس غلط انداز نے قریش کے دل میں یہ وسوسہ ڈال دیا کہ محمدﷺ چونکہ مالدار انسان نہیں، اِس لئے نبوت کے بہانے وہ مال اکٹھا کرنا چاہتے ہیں ۔اُنھیں کوئی اونچا منصب حاصل نہیں ۔اِس لئے وہ مکے میں اپنی سرداری چاہتے ہیں یا اُنھیں پورے عرب پر حکومت کرنے کا شوق پیدا ہوگیا ہے،لیکن جب اِس غلط سوچ کے ساتھ ابوالولید عتبہ بن ربیعہ، رسول اللہﷺ کے پاس پہنچا تو اُسے یقین تھا کہ آج وہ محمدﷺ کے مشن کو کسی نہ کسی طرح بند ہی کردے گا،مگر اُس کا یہ فضول گمان اُس وقت چکنا چور ہوگیا جب رسول اللہﷺ نے اُس کی ہر پیش کش کو ٹھکرا دیا اور جتا دیا کہ محمدﷺ نے کسی لالچ کے دباؤ میں آکر مذہب نہیں چلایا ہے اور نہ دولت وحکومت کی خواہش اُن کی دعوت وتبلیغ کے کسی حصے میں شامل ہے۔

ابوالولید کی پیشکش کے مقابلے میں رسول اللہﷺ نے قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائیں۔قرآن سن کر ابوالولید کے رونگٹے کھڑے ہوگئے ۔وہ حیرت واستعجاب کی گہرائی میں اترتا چلا گیا، کیونکہ اُسے یہاں تک بدگمانی تھی کہ اگر محمدﷺ کسی لالچ میں یہ سب کچھ نہیں کررہے ہیں تو پھر ضرور اُنھیں آسیبی خلل ہے،مگر قرآن سن کر ابوالولید کی ساری غلط فہمی دور ہوگئی ۔کیا آسیبی خلل والا اتنا شاندار کلام پیش کرسکتا ہے؟ جسے آسیبی خلل ہوگا؛ اُس کی گفتگو تو ایک عام انسان سے بھی زیادہ بدمزہ ہوگی۔جبکہ محمدﷺ کا کلام،عوام تو عوام بڑے بڑے فصیح وبلیغ کے معیار سے بھی کہیں اونچا ہے۔

آخر کار ابوالولید کو اعتراف کرنا پڑا کہ محمدﷺ کسی بڑے انقلاب کی طرف بڑھ رہے ہیں، کیونکہ اُن کا کلام دل ودماغ کو پل بھر میں کھنگال کر رکھ دیتا ہے۔ سننے والے کے اندر کی دنیا اُتھل پتھل ہوکر رہ جاتی ہے۔اِس کھلے اعتراف کے باوجود قریش کو عقل نہ آئی۔ اُنھیں پہلے سے بھی زیادہ یقین ہوگیا کہ محمدﷺ پورے جادوگر ہیں۔ابوالولید جیسے انسان پر بھی اُن کا جادو چل گیا۔

عتبہ کے ذریعہ کی گئی یہ کوشش بھی ناکام رہی۔کافروں کی مراد کسی طرح پوری نہیں

ہو پا رہی تھی۔ وہ جی جان سے لگے ہوئے تھے کہ اسلام کی ابھرتی ہوئی تحریک ماند پڑ جائے اور محمد ﷺ کسی لالچ میں آ کر اُس تحریک سے دستبردار ہو جائیں۔

الجھاؤ اور ٹکراؤ

دوسری مرتبہ ایسی ہی ایک اجتماعی کوشش اور کی گئی جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار شامل تھے۔ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، نضر بن حارث، ابوالبختری بن ہشام، اسود بن مطلب، زمعہ بن اسود، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف اور اِس طرح کے کچھ دوسرے سردار بھی اکٹھا ہوئے۔ یہ لوگ غروب آفتاب کے بعد کعبے کے پیچھے بیٹھ کر آپس میں کہہ رہے تھے کہ محمد ﷺ کو بلا کر باقاعدہ دلیلوں سے بات چیت کر لی جائے، پھر بھی وہ نہیں مانتے تو اپنے کو معذور سمجھا جائے۔

اِس اتفاقِ رائے کے بعد ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کو بلانے پہنچا۔ اُس نے بتایا کہ قوم کے معزز لوگ آپ سے گفتگو کرنے کے لئے اکٹھا ہوئے ہیں، لھذا آپ چلئے! یہ سن کر رسول اللہ ﷺ تیز قدموں لپکے۔ آپ سمجھ رہے تھے کہ لگتا ہے: اسلام کے تعلق سے اُن کی کوئی رائے بن رہی ہے۔ شاید اسی سلسلے میں مجھ سے وہ بات چیت کریں۔ اِس کام کے لئے آپ کو اُن لوگوں سے بڑی دلچسپی تھی۔ وہ اُنھیں راہِ راست پر لانے کے بہت خواہشمند تھے۔ اُن لوگوں کا گمراہی کی مصیبت میں پھنسا رہنا آپ پر گراں گذرتا تھا۔ بہر حال آپ آئے اور اُن حضرات کے پاس بیٹھ گئے۔

اُن لوگوں نے اجتماعی طور پر وہی باتیں پھر دہرا دیں جو اِس سے پہلے ابوالولید عتبہ بن رَبیعہ کر چکا تھا۔ اُنھوں نے بھی آپ کو دولت، سرداری اور حکومت کا لالچ دلایا تا کہ آپ اپنی تبلیغی مہم بند کر دیں۔ یہ پیشکش بھی کی کہ اگر آپ کسی آسیبی خلل کے شکار ہیں تو ہم اُس کے دوا علاج کا پورا خرچ برداشت کریں گے، مگر شرط یہ ہے کہ آپ ہمارے معبودوں کی مخالفت چھوڑ دیں۔ ہمارے دین میں کیڑے نہ نکالیں، نہ ہمارے باپ دادا کو برا بھلا

کہیں اور نہ ہمیں احمق قرار دیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اُن حضرات کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے کہا:

آپ حضرات جو پیشکش کر رہے ہیں مجھے اُس کی کوئی ضرورت نہیں ۔ میں جس دین کی دعوت دے رہا ہوں، وہ اِس لئے نہیں کہ آپ کی دولت حاصل کروں یا آپ کے درمیان مجھے کوئی منصب مل جائے، یا آپ لوگوں پر حکومت کروں۔ ہاں! اللہ نے مجھے آپ لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اُس نے مجھ پر ایک کتاب اتاری ہے اور حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو جنت کی بشارت دوں اور جہنم سے ڈراؤں۔ چنانچہ میں نے رب کا پیغام آپ لوگوں تک پہنچا دیا اور آپ لوگوں کی خیر خواہی کر چکا۔ اگر آپ حضرات میرا پیغام قبول کر لیں تو دنیا و آخرت میں وہ آپ کا حصہ ہے اور اگر اِسے ٹھکرا دیں تو میں اللہ کے حکم سے صبر کروں گا، یہاں تک کہ وہ میرے اور آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔

اُن لوگوں نے کہا: اے محمد! اگر آپ ہماری کوئی بات ماننے کو تیار نہیں تو پھر آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارے شہر سے زیادہ کہیں کسی کو تنگی نہیں، یہاں پانی کی بہت کمی ہے جس سے ہمارا جینا دوبھر ہے۔ آپ اپنے اُسی رب سے کہئے جس نے آپ کو جس حیثیت سے بھی بھیجا ہے کہ: اِن پہاڑوں کو یہاں سے کہیں دور لے جائے جن کی وجہ سے ہم تنگی میں رہتے ہیں تا کہ ہمارے شہروں کا رقبہ بڑھ جائے اور یہاں نہریں جاری کر دے جیسے شام اور عراق کی نہریں ہیں۔ پھر ہمارے باپ داداؤں کو زندہ کر دے خاص طور سے قُصی بن کلاب کو کیونکہ وہ ایک سچے بزرگ تھے۔ تب ہم اُن سے آپ کے بارے میں پوچھیں گے کہ: وہ (محمد ﷺ) جو کچھ کہہ رہے ہیں، حق ہے یا باطل۔ اگر اُن حضرات نے آپ کی تصدیق کر دی اور آپ نے ہماری مانگ پوری کر دی تو ہم بھی آپ کی تصدیق کر دیں گے اور پہچان لیں گے کہ آپ کو اللہ کی بارگاہ سے مرتبہ حاصل ہے اور اُس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ آپ کہہ رہے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے اُن سے کہا: میں اِن باتوں کے لئے آپ سب کے پاس نہیں

بھیجا گیا ہوں۔میں تو اللہ کی طرف سے اُن باتوں کو لے کر آیا ہوں جو مجھے بتلائی گئی ہیں اور میں وہ باتیں آپ سب کو بتا بھی چکا ہوں، جو مجھے سونپی گئی ہیں۔اگر آپ حضرات قبول کرتے ہیں تو پھر وہ دنیا و آخرت میں آپ کا حصہ ہے اور اگر رد کرتے ہیں تو میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے صبر کروں گا، یہاں تک کہ وہ میرے اور آپ کے درمیان فیصلہ فرما دے۔

اُن لوگوں نے کہا: اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو پھر آپ اپنی ہی بات لیجئے۔آپ اپنے رب سے کہئے کہ وہ آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ بھیج دے جو آپ کے قول کی تصدیق کر کے ہمیں بتا تا جائے۔اُس سے کہئے کہ وہ آپ کے لئے باغ، محل اور سونے چاندی کے خزانے ڈھیر کر دے جو آپ کی تمام ضرورتوں میں کام آئے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ہماری ہی طرح بازاروں میں آتے جاتے ہیں اور ہماری ہی طرح روزی روٹی کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔تاکہ آپ کے دعوے کے مطابق، اگر آپ رسول ہیں تو ہم پہچان لیں کہ آپ کو اپنے رب کی جانب سے بڑا رتبہ اور فضیلت حاصل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اُن سے کہا: میں ایسا نہیں کر سکتا اور نہ مجھے اپنے رب سے ایسا سوال کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اُس نے مجھے اِن باتوں کے لئے بھیجا ہے۔ہاں! اُس نے مجھے اِس لئے بھیجا کہ میں جنت کی بشارت سناؤں اور جہنم سے ڈراؤں۔اگر آپ حضرات پیغام مان لیں تو وہ دنیا و آخرت میں آپ کا حصہ ہے، ورنہ میں اللہ کے حکم سے صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ میرے اور آپ کے درمیان فیصلہ کر دے۔

اُنھوں نے کہا: تو پھر آسمان کو ہمارے اوپر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیجے جیسا کہ آپ کو دعویٰ ہے کہ اگر آپ کا رب چاہے تو کر سکتا ہے۔اگر آپ ایسا کر دکھائیں تو یقیناً ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا: یہ کام اللہ کے سپرد ہے، اگر وہ آپ لوگوں کے ساتھ ایسا کرنا چاہے تو کر دے گا۔

اُنھوں نے کہا: اے محمد! کیا آپ کے رب کو پتہ ہے کہ ہم آپ کے ساتھ بیٹھ کر

آپ سے بہت کچھ مطالبہ کررہے ہیں اور اُس کے بارے میں آپ سے پوچھ گچھ کررہے ہیں تو وہ آکر آپ کو آگاہ کردے کہ آپ کیا کچھ جواب دے رہے ہیں اور بتا جائے کہ اب وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہے، کیونکہ ہم نے آپ کا پیغام نہیں مانا ہے! ہمیں پتہ چلا ہے کہ ملک یمامہ میں رحمٰن نام کا ایک آدمی یہ ساری باتیں آپ کو سکھاتا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم کبھی رحمٰن پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اے محمد! ہم آپ سے معذرت کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم آپ کو اور آپ کی باتوں سے پہنچنے والے دُکھوں کو اُس وقت تک درگذر نہ کریں گے جب تک کہ ہم آپ پر قابو نہ پالیں یا آپ ہمیں ہلاک نہ کرڈالیں۔

اُن میں سے ایک نے کہا: ہم فرشتوں کی عبادت کریں گے جو اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

دوسرے نے کہا: ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے پاس اللہ اور فرشتوں کو ضمانت دار بنا کر نہ لائیں۔

جب اُنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اِس طرح کی باتیں کیں تو آپ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ عبداللہ بن ابواُمیّہ بن مغیرہ بھی اٹھ کھڑا ہوا (یہ فتحِ مکہ سے پہلے مسلمان ہوگئے تھے) اور آپ کے ساتھ ہولیا۔ اُس نے آپ سے کہا: اے محمد! آپ کی قوم نے آپ کے سامنے کچھ پیشکش کی، مگر آپ نے قبول نہیں کی۔ پھر اُنھوں نے اپنے لئے کچھ چیزوں کا مطالبہ کیا تاکہ آپ کے کہے کے مطابق وہ اُس سے معلوم کرسکیں کہ اللہ کے یہاں آپ کا کیا رتبہ ہے؟ پھر وہ آپ کو مان لیں اور آپ کی پیروی کریں، مگر آپ نے اُن کا مطالبہ بھی پورا نہیں کیا۔

پھر اُنھوں نے یہ مطالبہ کیا کہ آپ اپنے لئے اللہ سے کچھ ایسی چیزوں کا سوال کریں جس سے وہ پہچان لیں کہ آپ کو اُن لوگوں پر اللہ کی جانب سے برتری اور درجہ حاصل ہے، مگر آپ نے وہ بھی نہ کیا۔

پھر اُنھوں نے سوال کیا کہ آپ جس عذاب سے اُنھیں ڈرارہے ہیں تو تھوڑا بہت عذاب جلد از جلد اُن پر آجائے، مگر آپ سے ایسا بھی نہ ہوا۔

لھٰذا اللہ کی قسم! میں آپ پر اُس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا جب تک کہ آپ آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھ نہ جائیں، میری آنکھوں کے سامنے آپ آسمان پر چڑھ جائیں پھر اپنے ساتھ چار فرشتے لے کر آئیں جو آپ کے حق میں گواہی دیں کہ آپ درست کہہ رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! بے شک میں آپ کی تصدیق کروں گا۔ پھر عبداللہ بن اُمیّہ وہاں سے لوٹ آیا۔ رسول اللہ ﷺ گہرا دکھ لے کر اپنے گھر واپس آئے۔

آپ کو بڑی امید تھی کہ قریش اُن کی دعوت قبول کرلیں گے، مگر آپ اِس بات سے بہت زیادہ غمگین ہو گئے تھے۔ قریش نے اُن کی دعوت کا انکار کر دیا اور اُن سے الگ ہو گئے۔

ابو جہل کی شامت

اُدھر جب رسول اللہ ﷺ قریش کی مجلس سے اٹھ کر واپس آرہے تھے تو ابو جہل نے کہا: قریشیو! محمد (ﷺ) نے ہماری تمام پیشکش اور مطالبوں کو رد کر دیا، جبکہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ ہمارے دین کو عیب لگا رہا ہے، ہمارے باپ داداؤں کو برا بھلا کہہ رہا ہے، ہمارے دانشوروں کو احمق بتا رہا ہے اور ہمارے معبودوں کو گالیاں دے رہا ہے۔ میں اللہ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کل میں ایک بھاری بھرکم پتھر لے کر اُس کے انتظار میں بیٹھوں گا، جیسے ہی وہ نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں جائے گا، پتھر سے اُس کا سر کچل دوں گا۔

اُس کے بعد خاندانِ بنو عبد مناف کو جو سمجھ میں آئے گا کریں گے، چاہے تم لوگ مجھے اُن کے حوالے کرو یا نہ کرو۔

لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم کبھی کسی بات پر تمھیں اُن کے حوالے نہ کریں گے۔ جو جی میں آئے کر گذرو!

جب صبح ہوئی تو ابو جہل ایک بھاری بھرکم پتھر لئے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں بیٹھا رہا۔ رسول اللہ ﷺ معمول کے مطابق سویرے سویرے کعبے میں داخل ہوئے۔ (اس وقت مکے میں نماز کا قبلہ شام کی سمت تھا۔ رسول اللہ ﷺ رکن یمانی اور

حجراسود کے درمیان نماز کے لئے کھڑے ہوتے اور کعبے کو اپنے اورشام کے بیچ میں رکھتے) چنانچہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے، قریش بھی صبح ہی سے وہاں آچکے تھے، وہ اپنی مجلس میں بیٹھ کر دیکھ رہے تھے کہ ابوجہل کیا کرنے والا ہے؟

جب رسول اللہ ﷺ نے سجدے میں سر رکھا تو وہ پتھر اٹھا کر آپ کی طرف لپکا۔ آپ کے قریب پہنچتے ہی وہ الٹے قدم بدحواس ہوکر بھاگا، اُس کے چہرے کا رنگ اُڑا ہوا تھا اور پتھر اُس کے دونوں ہاتھ سے چپکا ہوا تھا۔ کسی طرح پتھر اُس نے اپنے ہاتھ سے گرایا۔ یہ دیکھ کر قریش کے لوگ اُس کے پاس دوڑتے آئے۔ پوچھا کہ کیا ہوا اے ابوالحکم؟ اُس نے جواب دیا: میں اُس کی طرف بڑھا تا کہ کل رات والی بات کر دکھاؤں، مگر جیسے ہی قریب پہنچا، میرے سامنے ایک اونٹ آگیا۔ نہیں، اللہ کی قسم! میں نے اُس کی طرح کسی اونٹ کا منہ نہیں دیکھا، نہ گردن اور نہ دانت۔ وہ مجھے کھانے کے لئے لپک پڑا۔[۱۵]

ایک انسان جو صرف اِس لئے قریش کے پیچھے لگا ہوا تھا کہ وہ بتوں کی پوجا سے توبہ کر کے ایک اللہ کی عبادت کرنے لگیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی یہ بات اُنھیں منظور نہ تھی تو صاف انکار کر کے اپنی راہ لگ جاتے۔ اِس میں آپ سے دشمنی نکالنے کا کیا جواز بنتا تھا؟ اُلٹے سیدھے سوال کر کے بلاوجہ پریشان کرنے کا کیا موقع تھا؟

جب قریش نے ہر طرح سے تجربہ کر کے دیکھ لیا اور وہ اپنی ہر تدبیر میں ناکام ہوگئے تو اُس پھلتے پھولتے درخت کو جڑ سے ہی اکھاڑ پھینکنے کی فکر کرنے لگے۔ اِس ناپاک جذبے کے ساتھ ابوجہل جیسے بدترین شخص نے ٹھیک نماز کی حالت میں رسول اللہ ﷺ پر قاتلانہ حملہ کرنا چاہا، مگر خدا کو منظور نہ تھا کہ اُس کے عظیم ترین رسول کو کوئی اِس طرح شہید کر ڈالے، چنانچہ اللہ کے فرشتے نے ابوجہل کو نامراد واپس کر دیا۔

---

[۱۵] سیرۃ ابن ہشام: ۲۳۲/۱+۲۳۶

(یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے، اگر وہ پاس پھٹکتا تو وہ اُسے دَھر دبوچتے۔)

اَنا کا مسئلہ

اسلام دشمنی، ابوجہل کی گھُٹی میں پلا دی گئی تھی ۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف حد درجہ بغض وحسد میں مبتلا ہو چکا تھا۔ وہ ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی دشمنی کے تانے بانے بُنتا رہتا۔ کعبے میں اُس کے ساتھ جو کچھ پیش آیا۔ اُس نے اُس سے کوئی عبرت حاصل نہیں کی، بلکہ پہلے سے بھی زیادہ ڈھٹائی دِکھانے لگا۔ اسلام اب اُس کی اَنا کا مسئلہ بن چکا تھا۔ اُسے اِس سے بحث نہ تھی کہ محمد ﷺ کیا کہہ رہے ہیں؟ اُن کی تبلیغ کا مقصد کیا ہے اور وہ کس کام کی دعوت لے کر اٹھے ہیں؟ وہ تو بس آپ کو نبی کی حیثیت سے ماننے کو تیار نہ تھا کیونکہ اِس وجہ سے آپ کو اور آپ کے خاندان کو ابوجہل اور اُس کے تمام خاندان پر برتری حاصل ہو جاتی۔ اُس نے ایک مرتبہ اپنے چھپے ہوئے اِس کینے کو اگل بھی دیا تھا۔ چنانچہ اَخنَس بن ابوشُرَیق، ایک دن ابوجہل کے گھر پہنچا اور بولا کہ: اے ابوالحکم! آپ نے محمد ﷺ سے جو کچھ سنا ہے اُس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ابوجہل بولا: میں نے جو کچھ بھی سنا ہو۔ (اُس سے کیا لینا؟) ہمارا اور بنوعبد مناف کا جھگڑا تو وقار کا ہے۔ وہ لوگوں کو کھلاتے پلاتے تھے تو ہم نے بھی کھلانا پلانا شروع کر دیا۔ وہ دوسروں کے کام آتے تھے تو ہم نے بھی مدد کرنی شروع کر دی۔ وہ نوازش کرتے تھے تو ہم بھی نوازش کرنے لگے۔ یہاں تک کہ جب ہم گھٹنوں کے بل سیدھے کھڑے ہو گئے اور ہم دونوں گھُڑ دوڑ کے دو گھوڑوں کی طرح برابر ہو گئے تو اب وہ کہنے لگے کہ ہمارے خاندان میں ایک نبی پیدا ہوا ہے جس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے۔ بھلا ہم اِس مرتبے تک کب پہنچیں گے؟ اللہ کی قسم! ہم اُس پر کبھی ایمان نہ لائیں گے اور نہ کبھی اُس کی تصدیق کریں گے۔

یہ سن کر اَخنس، ابوجہل کو چھوڑ کر چلا آیا۔ [۱۶]

---

[۱۶] سیرۃ ابن ہشام: ۳۵۳/۱

انسانیت لرز اٹھی

اب قریش کی اسلام دشمنی گلی کوچوں سے نکل کر چوراہے پر آ چکی تھی۔ اُن سے جب اسلام کا بڑھتا ہوا سیلاب رک نہ سکا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی سرگرمیاں بدستور جاری رہیں تو اُنھوں نے کمزور مسلمانوں کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا اور صاحبِ حیثیت مسلمانوں کو ستانا اور پریشان کرنا۔ اِس کام میں بھی ابو جہل کسی سے پیچھے نہ رہا۔ جب اُسے معلوم ہوتا کہ کوئی شخص مسلمان ہوا ہے تو اگر وہ صاحبِ حیثیت، شان و شوکت والا ہوتا تو اُسے دھمکی دیتا اور بے عزت کرتا کہ: تم نے اپنے آبائی دین کو چھوڑ دیا جو تمھارے دین سے بہتر تھا۔ ہم یقیناً تمھیں احمق سمجھتے ہیں اور تمھاری رائے کو گھٹیا خیال کرتے ہیں۔ ہم ضرور تمھاری عزت خاک میں ملا دیں گے۔ اور اگر وہ مسلمان تاجر ہوتا تو وہ بولتا کہ اللہ کی قسم! ہم تمھارے کاروبار کا مندا کر دیں گے اور تمھارا مال تباہ کر دیں گے۔ اور اگر وہ کمزور مسلمان ہوتا تو ابو جہل اُسے مارتا اور اسلام کے خلاف اُسے بھڑکاتا۔[۱۷]

جتنے بھی کمزور مسلمان تھے، اُن کے ساتھ مشرکینِ مکہ کا سلوک بڑا ہی وحشیانہ تھا۔ وہ اُن بے چارے غریب مسلمانوں کو لوہے کا لباس پہنا کر کڑی دھوپ میں کھڑا کر دیا کرتے تھے۔ مارتے پیٹتے بھوکا پیاسا رکھتے اور مکے کی گرم ریتیلی زمین پر لٹا دیتے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ سب سے زیادہ غیر انسانی سلوک کیا جاتا۔ اُنھیں اُن کا آقا اُمَیّہ بن خَلَف، دوپہر کے وقت، کڑی دھوپ میں لا کر پیٹھ کے بل لٹا دیتا، پھر ایک بڑی چٹان اُن کے سینے پر رکھ دی جاتی، پھر وہ کہتا کہ تم اِسی حال میں مرو گے یا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرو اور لات و عزّٰی کی پوجا کرنے لگو، مگر وہ اُس مصیبت میں بھی اَحَد اَحَد کا نعرہ لگاتے۔ (یعنی اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے۔) کبھی مشرکینِ مکہ اُن کے گلے میں رسی باندھ کر بچوں کو تھما دیتے، بچے اُنھیں مکے کی گھاٹیوں میں لئے لئے پھرتے۔ بعد میں حضرت ابوبکر نے اُن کو خرید کر آزاد کر دیا۔

---

[۱۷] سیرۃ ابن ہشام: ۳۵۵/۱

حضرت عمّار بن یاسر اور اُن کے والدین کو بھی کچھ ایسی ہی اذیت پہنچائی گئی ، یہاں تک کہ اُن کی والدہ اُسی اذیت میں اللہ کو پیاری ہوگئیں ۔[۱۸]

قریش کا یہ جارحانہ انداز بے نتیجہ ثابت ہوا۔مسلمانوں کے دلوں میں ایمان بالکل رَچ بس گیا تھا۔وہ کسی بھی قیمت پر اسلام چھوڑنہیں سکتے تھے۔ایک خدا کی عبادت کا لطف اٹھانے کے بعد اُنھیں بتوں کی پوجا پاٹ سے گِھن آنے لگی تھی۔رسول اللہ ﷺ ایسے دہشت ناک ماحول میں ذرا بھی دَب کر نہ رہے ، جیسے جیسے کافروں کا ظلم بڑھتا جارہا تھا۔ ویسے ویسے آپ کی دعوت وتبلیغ تیز ہوتی جارہی تھی ،مگرمٹی کا بنا انسان آخر کب تک ظلم و اذیت برداشت کرسکتا تھا؟مسلمان زخموں سے چور چور ہوتے جارہے تھے، مکے کی زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجوداُن پر تنگ ہوتی جارہی تھی ۔شہر میں جب ہرطرف گھٹن کی فضا قائم ہوگئی اور زندگی اجیرن ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے اُنھیں سرزمینِ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔آپ نے فرمایا:

تم لوگ سرزمینِ حبشہ کی طرف نکل جاتے (تو بہتر تھا) کیونکہ وہاں کا بادشاہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔وہ سچائی کی سرزمین ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمھاری پریشانیوں کا کوئی حل نکال دے“۔

آپ کی اجازت پا کر بہت سارے مسلمان فتنوں کے ڈر سے اور اپنا دین بچانے کے لئے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے ۔ یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی ۔[۱۹]

یہ اعلانِ نبوت کا پانچواں سال تھا۔[۲۰] جبکہ بہت سارے مسلمان حبشہ کی جانب ہجرت کررہے تھے۔بچوں کے علاوہ تقریباً وہ ۸۳مرد اور ۱۲عورتیں تھیں ۔[۲۱]

---

[۱۸] سیرۃ ابن ہشام:۳۵۴/۱-۳۵۵-۳۵۷، دلائل النبوۃ:۲۸۱/۱-۲۸۲

[۱۹] سیرۃ ابن ہشام:۳۵۹/۱

[۲۰] تاریخ الطبری:۳۲۹/۲، الطبقات الکبریٰ:۱۶۱/۱، دلائل النبوۃ:۲۹۷/۱

[۲۱] سیرۃ ابن ہشام:۳۵۹/۱-۳۶۷-۳۶۸، تاریخ الطبری:۳۳۰/۲، الطبقات الکبریٰ:۱۶۲/۱

مسلمان تو ویسے بھی کمزور تھے۔ وہ شہر میں فتنہ وفساد کیا چاہتے؟ اُن کی بس اتنی خواہش تھی کہ اُنھیں اپنے شہر میں چین سے رہنے دیا جائے اور اسلام کے مطابق عبادت کرنے کی آزادی نصیب رہے، مگر مکے کے کم نصیب کافروں کے دل پتھر کے ہو چکے تھے۔ وہ کسی کو ''مسلمان'' دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ پھوٹی آنکھ سے بھی اسلام کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھ پا رہے تھے۔ مسلمانوں کو اپنا مذہب پیارا تھا۔ وہ اُسی مذہب کے نام پر ستائے جارہے تھے، ہر طرح کی اذیت اٹھا رہے تھے اور ہر لمحہ مصیبت جھیل رہے تھے، لھٰذا وہ فتنوں کی زمین چھوڑ کر چپ چاپ حبشہ کی طرف چل پڑے، تاکہ اُن کے ساتھ نہ کوئی چھیڑ خانی ہو اور نہ کسی طرح کی کوئی پابندی۔ وہ آزاد رہ کر چین وسکون سے ایک اللہ کی عبادت کریں اور اسلام کے مطابق گذر اوقات ہو۔

پھر قریش کو اِس پر بھی صبر نہ ہوسکا، وہ جیسے مسلمانوں کی دشمنی ماں کے پیٹ ہی سے لے کر آئے تھے۔ اُن سے مسلمانوں کا چین وسکون دیکھا نہ گیا۔ وہ مسلمانوں کی مذہبی آزادی کو ختم کرنے پر تُل گئے تھے۔ چنانچہ قریش نے فوراً ایک میٹنگ بلوائی جس میں حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے اور اُنھیں وہاں سے نکال باہر کرنے کی تجویز پر غور کرنے لگے۔ آخرکار اُنھوں نے 'عبداللہ بن ابوربیعہ' اور 'عمرو بن عاص' نام کے دو آدمیوں کو نجاشی بادشاہ کے پاس روانہ کیا جو مضبوط کاٹھی کے تھے۔ یہ دونوں اپنے ساتھ ڈھیر سارے چمڑوں کا تحفہ بھی لے گئے جو مکے کی پسندیدہ چیز تھی۔ نجاشی کے دربار میں حاضر ہونے سے پہلے دونوں نے وہاں کے جرنیلوں سے ملاقات کی اور ہر ایک جرنیل کو تحفہ پیش کیا اور اُن سے اپنی بات کہی کہ:

''ہمارے قبیلے کے کچھ بیوقوف بھاگ کر یہاں آئے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی قوم سے اَلگ تھلگ ہوگئے ہیں اور آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے ایک نیا دین شروع کیا ہے جسے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ۔ اُن کی قوم کے معزز سرداروں نے ہمیں بادشاہ کے پاس بھیجا ہے تاکہ ہم اُنھیں یہاں سے واپس لے جائیں''۔

پھر دونوں بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور اُس سے بھی وہی بات کہی جو پہلے جرنیلوں سے کہہ آئے تھے۔اُن دونوں نے مسلمانوں کوحوالے کرنے کی مانگ کی اور کہا کہ اُن کے سردار اُن کے زیادہ ذمہ دار ہیں۔اُنھوں نے اپنے سرداروں پر جوعیب لگایااور سرداروں نے اُنھیں جوسزائیں دیں،ان سب باتوں کی صحیح معلومات اُنہی سرداروں کو ہے۔

دربار میں موجود جرنیلوں نے اُن دونوں کی تائیداورسفارش کی کہ مسلمانوں کواُن کے حوالے کردیا جائے تاکہ وہ اُنھیں اپنے ملک اور اپنی قوم میں واپس لے جائیں۔

یہ سن کرنجاشی بادشاہ غضبناک ہوگیا۔اُس نے کہا: اللہ کی قسم !اِس طرح نہیں ! جن لوگوں نے میرے ملک میں آکر میرے سائے میں پناہ لی ہےاور دوسرے بادشاہوں کو چھوڑ کر مجھے پسند کیا ہے، میں اُن لوگوں کواُس وقت تک اِن دونوں کے حوالے نہ کروں گا جب تک کہ میں اُن سے پوچھ گچھ نہ کرلوں۔اگراُن دونوں کی بات درست نکلی تو میں اُن کو حوالے کردوں گا،ورنہ نہیں۔جب تک وہ میری رعیت میں رہیں گے میں اُن کے ساتھ نیک سلوک کروں گا۔

چنانچہ مسلمانوں کو دربار میں حاضر کیا گیا۔نجاشی بادشاہ نے اپنے پادریوں کوبھی بلا رکھا تھاجنھوں نے اپنے اپنے صحیفے بادشاہ کے سامنے کھول رکھے تھے۔بادشاہ نے مسلمانوں سے پوچھا: یہ کون سا دین ہے جس میں تم لوگ اپنی قوم سے الگ تھلگ ہو۔نہ میرے دین میں داخل ہوئے اور نہ کسی دوسرے دین میں۔

تب مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے کہنا شروع کیا:

’’اے بادشاہ! ہم جاہلیت والی قوم تھے۔بتوں کی پوجا کرتے تھے۔مردار کھاتے تھے۔بدکاریاں کرتے تھے۔ رشتے توڑتے تھے۔پڑوسیوں کا خیال نہ رکھتے تھے۔ہم میں کا طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا۔اِس صورتِ حال میں اللہ تعالیٰ نے

ہمارے ہی درمیان سے ایک رسول کو ہمارے پاس بھیجا جس کا نسب ہمیں معلوم ہے۔ جس کی سچائی، امانت داری اور پارسائی ہم پہچانتے ہیں۔ اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں۔ ہم اور ہمارے باپ دادا جن پتھروں اور بتوں کو پوجتے تھے، اُنھیں چھوڑ دیں۔ اُس نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، رشتہ نبھانے، پڑوسیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے، ناجائز کاموں سے باز آنے اور خونریزی سے بچنے کا حکم دیا......اور بدکاریوں سے، جھوٹی باتوں سے، یتیم کا مال کھانے سے اور پاکدامن عورتوں پر الزام لگانے سے ہمیں منع کیا تو ہم نے اُس کو سچا جانا اور اور اُس پر ایمان لے آئے۔ اُس نے جو کچھ اللہ کا حکم ہمارے سامنے پیش کیا، ہم نے اُس کی پیروی کی۔ ہم نے ایک اللہ کی عبادت کی اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا۔ اُس نے ہمارے اوپر جو کچھ حرام کیا، ہم نے اُسے حرام جانا اور جو حلال کیا اُسے حلال سمجھا۔ بس اِس وجہ سے ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی۔ اُنھوں نے ہمیں سزائیں دیں اور ہمیں ہمارے دین سے پھیرنا چاہا تاکہ اللہ کی عبادت سے پھیر کر ہمیں بتوں کی پوجا میں لگا دیں اور جن گندی برائیوں کو ہم حلال سمجھتے تھے پھر سے اُنھیں حلال سمجھنے لگیں۔ چنانچہ جب اُن لوگوں نے بہت زیادہ ظلم ڈھایا اور ہمیں تنگی میں ڈال دیا اور ہمارے اور ہمارے دین کے معاملے میں حائل ہوگئے تو ہم سب آپ کے ملک میں آگئے۔ دوسرے بادشاہوں کو چھوڑ کر ہم نے آپ کو پسند کیا اور آپ کی رعایا بننے میں دلچسپی دکھلائی۔ اِس

امید پر کہ اے بادشاہ! آپ کی رعیت میں ہم پر ظلم نہ ہوگا''۔

نجاشی نے پوچھا: اللہ کی طرف سے آئی ہوئی کوئی وحی تمھارے پاس موجود ہے؟

حضرت جعفر نے کہا: ہاں!

اور پھر نجاشی کے کہنے سے اُنھوں نے'' **کٓھٰیٰعٓصٓ** '' سے'' **سورۂ مریم** '' کی ابتدائی آیتوں کو پڑھ کر سنا دیا۔

نجاشی اُن آیتوں کو سن کر رو پڑا۔ اتنا رویا کہ اس کی داڑھی بھیگ گئی۔ اُس کے رونے سے پادری بھی رو پڑے یہاں تک کہ اُن کے صحیفے گیلے ہو گئے۔

پھر نجاشی نے کہا: بے شک یہ وحی اور عیسیٰ پر اترنے والی وحی دونوں ایک ہی طاق سے نکلی ہے۔ تم دونوں واپس جاؤ! اللہ کی قسم! میں اِن لوگوں کو تمھارے حوالے نہیں کرتا۔[۲۲]

یہ خیریت رہی کہ نجاشی بادشاہ نیک ثابت ہوا۔ بعد میں وہ مسلمان بھی ہو گیا ورنہ قریش بازی جیت جاتے اور مسلمانوں پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا۔ اللہ تعالیٰ نے نجاشی بادشاہ پر اسلام کی حقانیت کو واضح کر دیا تھا اور پھر رسول اللہ ﷺ کے ایک دعوتی خط نے اُسے اسلام کا گرویدہ بنا لیا۔

اور تلوار نیام سے باہر

ہجرت حبشہ کے سال بھر بعد، اعلانِ نبوت کا چھٹا سال تھا۔ پورے مکے کی فضا زہر آلود ہو چکی تھی۔ قریش کو اٹھتے بیٹھتے ہر وقت یہی فکر کھائے جا رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی تبلیغی مہم دن بدِن بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ مسلمان ہونے والے ہزار مصیبت جھیلنے کے باوجود اپنے دین سے نہ پھرے۔ حضرت عمر جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ مٹھی بھر مسلمانوں نے پورے مکے میں طوفان کھڑا کر رکھا ہے۔ لات و ہُبل کی

---

[۲۲] سیرۃ ابن ہشام: ۱/۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۸، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۳۴

خدائی سے لوگ مکرنے لگے ہیں ۔ جیسے دیکھو محمد ﷺ کے لائے ہوئے نئے دین کے آگے جھکتا چلا جارہا ہے ۔ نیچ چوراہے پر کھڑے ہوکر مسلمان ہمارے معبودوں کا انکار کررہے ہیں ۔ بتوں کی توہین کہاں تک؟ معزز خاندانِ قریش کی بے عزتی کب تک؟

ایک دن وہ غصے میں بھرے ہوئے گھر سے باہر نکلے ۔ اُنھوں نے سوچا: مکے میں جو ہنگامہ برپا ہے، اُس کی ذمہ داری محمد (ﷺ) کے سر جاتی ہے، کیوں نہ معاذ اللہ! اُس سر کو ہی کاٹ دیا جائے، چنانچہ وہ گھر سے کچھ ہی دور چلے تھے کہ راستے میں ان کی قوم کے ایک آدمی ''نُعَیم بن عبداللہ'' ملے جو مسلمان ہو چکے تھے ،لیکن اپنی قوم کے ڈر سے اسلام کو چھپاتے تھے ۔ اُنھوں نے پوچھا کہ: عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟

عمر نے جواب دیا: اُس بے دین محمد ﷺ کو قتل کرنے جارہا ہوں جس نے قریش میں پھوٹ ڈال دی ہے، قریش کے عقلمندوں کو بیوقوف سمجھ رکھا ہے، اُن کے دین کو عیب لگایا ہے اور اُن کے بتوں کو برا بھلا کہا ہے ۔

نُعَیم نے کہا: خدا کی قسم! اے عمر! تمھارے نفس نے تم کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے ۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ محمد (ﷺ) کو قتل کردو گے اور بنو عبد مناف تم کو زمین پر چلتا پھرتا چھوڑ دیں گے؟ تم اپنے گھر والوں کے پاس جا کر اُن کو ٹھیک کرو ۔

عمر نے پوچھا: کون گھر والے؟

اُنھوں نے بتایا: تمھارے بہنوئی 'سعید بن زید' اور تمھاری بہن 'فاطمہ' دونوں مسلمان ہو چکے ہیں اور محمد (ﷺ) کے دین کی پیروی کررہے ہیں، لٰہذا پہلے اُن دونوں کی خبر لو ۔

عمر وہاں سے اپنی بہن اور بہنوئی کی طرف پلٹے ۔ اُس وقت حضرت خبّاب بن اَرَتّ اُن دونوں کو صحیفے میں لکھی ہوئی ''سورۂ طٰہٰ'' پڑھا رہے تھے ۔ جب اُن لوگوں نے عمر کی آہٹ محسوس کی تو خبّاب ایک کوٹھری میں جا کر چھپ گئے اور فاطمہ نے صحیفے کو اپنی ران کے نیچے دبا لیا، جبکہ عمر نے گھر کے قریب پہنچ کر سن لیا تھا کہ خبّاب اُنھیں کچھ پڑھا رہے ہیں ۔

عمر نے گھر میں داخل ہوکر پوچھا: یہ کیا مبہم کلام تھا جو میرے سننے میں آیا؟
اُن دونوں نے جواب دیا: آپ نے کچھ تو نہیں سنا۔
اُنھوں نے کہا: کیوں نہیں! اللہ کی قسم! مجھے پتہ چل چکا ہے کہ تم دونوں نے محمد کے دین کی پیروی کر لی ہے۔
اتنا کہہ کر اُنھوں نے اپنے بہنوئی 'سعید بن زید' کو دبوچا۔ یہ دیکھ کر اُن کی بہن فاطمہ اٹھ کھڑی ہوئیں تا کہ اپنے شوہر کو بچائیں۔ اتنے میں عمر نے اپنی بہن کو مار دیا جس سے اُن کا سر زخمی ہوگیا۔ عمر کا یہ سلوک دیکھ کر اُن کی بہن اور بہنوئی دونوں بول پڑے کہ: ہاں! ہم دونوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ ہم دونوں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے ہیں۔ آپ سے جو بن پڑے کر لیں۔
عمر نے جب اپنی بہن کا بہتا ہوا خون دیکھا تو وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہو گئے۔ وہ اپنی حرکت سے باز آتے ہوئے اپنی بہن سے بولے: لاؤ وہ صحیفہ مجھے دو جسے میں نے تم دونوں کو ابھی پڑھتے ہوئے سنا ہے! آخر وہ کیا ہے جسے محمد لے کر آئے ہیں؟
عمر لکھے پڑھے انسان تھے۔ ان کی بات سن کر بہن نے کہا: ہمیں اُس صحیفے کے تعلق سے آپ سے ڈر محسوس ہو رہا ہے۔
عمر نے اپنے معبودوں کی قسم کھا کر کہا: میں پڑھنے کے بعد اسے لوٹا دوں گا۔
ان کی بات سے بہن کی امید جا گی کہ شاید وہ مسلمان ہو جائیں۔ بہن نے اُن سے کہا: بھائی! آپ شرک کی وجہ سے ناپاک ہیں اور صحیفے کو صرف پاک آدمی ہی چھو سکتا ہے
عمر اٹھے اور غسل کر آئے۔ تب بہن نے صحیفہ اُن کے حوالے کیا جس میں ''سورۂ طٰہٰ'' لکھی ہوئی تھی۔ عمر نے شروع کی چند آیتیں پڑھ کر کہا: یہ کتنا اچھا اور کتنا پیارا کلام ہے۔
عمر کا یہ جملہ سن کر خبّاب کوٹھری سے باہر نکل آئے اور بولے: عمر! اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ نبی ﷺ کی دعا خاص طور سے آپ کے حق میں اللہ قبول فرمائے گا، کیونکہ کل میں نے اُنھیں دعا کرتے ہوئے سنا تھا کہ:

''اے اللہ! اسلام کو ''ابوالحکم بن ہشام'' (ابوجہل) یا

''عمر بن خطّاب'' کے ذریعے مدد پہنچا!

لھٰذا اے عمر! اللہ کو اپنا معبودِ حقیقی مان لو۔

اُن کی باتیں سن کر عمر نے کہا: اے خبّاب! مجھے محمد کے پاس لے چلو تاکہ میں اسلام لے آؤں۔

خبّاب نے بتایا: وہ صفا پہاڑی کے پاس ایک گھر (دارالارقم) میں ہیں۔ اُن کے ساتھیوں کی ایک جماعت بھی وہاں ہے۔

عمر نے اپنی تلوار اٹھا کر لٹکا لی اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کی طرف چل پڑے۔ وہاں پہنچ کر اُنھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ لوگوں نے جب آواز سنی تو اُن میں سے ایک شخص نے اٹھ کر دروازے کی دراڑ میں سے دیکھا کہ عمر تلوار لٹکائے کھڑے ہیں۔ وہ گھبرا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بھاگے اور بولے کہ یا رسول اللہ! عمر بن خطاب تلوار لٹکائے کھڑے ہیں۔ حضرت حمزہ نے کہا: اُنھیں آنے کی اجازت دی جائے۔ اگر وہ اچھے ارادے سے آئے ہیں تو ہم اُن کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور اگر برے ارادے سے آئے ہیں تو اُنہی کی تلوار سے اُن کو قتل کر دیں گے۔

تب رسول اللہ ﷺ نے اُنھیں آنے کی اجازت دے دی۔ ایک شخص جا کر اُنھیں اندر لے آیا۔ رسول اللہ ﷺ لپک کر اُن سے ملے اور اُن کی کمر پکڑ کر زور سے اپنی طرف کھینچتے ہوئے بولے:

''اے ابن خطاب! کیسے آنا ہوا؟ اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ

تم اُس وقت باز آؤ گے جب اللہ تمھیں کسی تباہی میں ڈال دے گا''۔

عمر نے کہا: یا رسول اللہ! میں اِس لئے آیا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤں اور جو کچھ اللہ کی جانب سے اترا ہے اُس پر ایمان لاؤں۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ایک تکبیر بلند کی جس سے گھر کے اندر موجود تمام صحابہ

نے سمجھا کہ عمر نے اسلام قبول کرلیا۔[۲۳]

یہ تو اللہ کی قدرت کہیئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل بدل گیا اور وہ مسلمان ہوگئے ورنہ عین ممکن تھا کہ ایک خونریز جنگ چھڑ جاتی، کیونکہ اِدھر اگر حضرت عمر غصے میں بھرے ہوئے تھے تو اُدھر حضرت حمزہ بھی پورے جوش میں تھے۔وہ حضرت عمر سے دو دو ہاتھ کرنے کو تیار کھڑے تھے۔

جب حضرت عمر مسلمان ہوگئے تو کافروں کی کمر ہی جیسے ٹوٹ گئی۔وہ کہنے لگے کہ عمر کے مسلمان ہوجانے سے اب ہماری طاقت آدھی ہوگئی۔حضرت عمر بڑے ہی رعب داب کے آدمی تھے۔قریش یوں تو عام مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچارہے تھے، لیکن حضرت عمر سے اُن کی کچھ بن نہ پڑی۔دوسرے مسلمان تو ڈرتے اور بچتے تھے، لیکن حضرت عمر قریش کو ذرا بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔

چنانچہ اُنھوں نے 'جمیل بن عمر جُمَحی' نام کے ایک شخص سے کہا کہ :اے جمیل! تمھیں پتہ ہے، میں بھی مسلمان ہوگیا ہوں اور محمد کے دین میں داخل ہوگیا ہوں؟ وہ کچھ بولا نہیں، البتہ اُن کی چادر کھینچتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔حضرت عمر اُس کے ساتھ ساتھ چلے۔جب وہ کعبے کے دروازے پر پہنچے تو زور زور سے چلا کر کہنے لگا: اے قریش کی جماعت، سنو! عمر بھی بے دین ہوگیا۔اُس وقت وہاں مجلس جمی ہوئی تھی۔حضرت عمر نے پیچھے سے جواب دیا: وہ جھوٹ بولتا ہے، البتہ میں مسلمان ہوگیا ہوں۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اُس کے بندے اور رسول ہیں۔

اتنا سن کر قریش اُن پر پل پڑے اور اُن سے مار کاٹ ہونے لگی۔یہ جنگ دوپہر تک جاری رہی۔پھر حضرت عمر تھک کر بیٹھ گئے اور قریش اُن کے سر پر چڑھ دوڑے۔حضرت عمر کہہ رہے تھے کہ تم لوگوں سے جو بن پڑے کرلو۔میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس دن ہم تین سو کی تعداد میں ہوں گے تو پھر یا تو تمھارے سر ہوں گے یا ہمارے سر۔

---

[۲۳] سیرۃ ابن ہشام:۱/۸۱-۸۲-۸۳-۸۴

ابھی یہ تکرار ہو ہی رہی تھی کہ قریش کا ایک بوڑھا مرد، یمنی چادروں کا جوڑا اور دھاری دار قمیص پہنے وہاں آ کر ٹھہرتا ہے اور پوچھتا ہے: کیا معاملہ ہے؟ وہ بتاتے ہیں کہ: عمر نے اپنا دین بدل لیا ہے۔ وہ کہتا ہے: جانے دو اُس آدمی نے خود سے یہ کام پسند کیا ہے تو پھر تم کیا چاہتے ہو؟ کیا یہ سمجھ رہے ہو کہ بنوعدی بن کعب (حضرت عمر کے خاندان والے) اپنے آدمی کو تمھارے حوالے کر دیں گے؟ اُس شخص کا راستہ چھوڑ دو!

وہ بوڑھا مرد ''عاص بن وائل سہمی'' تھا۔[۲۴]

اِس طرح حضرت حمزہ اور حضرت عمر کے مسلمان ہونے سے اسلامی تحریک میں جان پڑ گئی تھی۔ کافروں کی تمام کوششوں پر پانی پھرتا جا رہا تھا، پھر بھی وہ کسی طرح پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ اُنھوں نے اسلام دشمنی پر کمر کس لی تھی۔

سوشل بائیکاٹ

قریش نے جب دیکھ لیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی حبشہ جا کر امن اور چین کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہر جانے والے مسلمان کو نجاشی بادشاہ پناہ دے رہا ہے۔ عمر بھی اسلام لے آئے۔ وہ اور حضرت حمزہ؛ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ ہو گئے اور اسلام مختلف قبیلوں میں پھلنے پھولنے لگا تو اُنھوں نے میٹنگ کر کے ایک دستاویز تیار کی جس میں تحریر تھا:

> ''جب تک بنو ہاشم اور بنو مطلب محمد ﷺ کو ہمارے حوالے نہیں کر دیتے تب تک نہ اُن کے خاندان میں شادی بیاہ ہوگی، نہ میل جول رہے گا، نہ اُن کے ہاتھ کچھ بیچا جائے گا اور نہ اُن سے کچھ خریدا جائے گا''۔

جب اِس معاملے پر سب راضی ہو گئے تو اُس دستاویز کو کعبے کے اندر لٹکا دیا گیا تا کہ اُسے پکّا معاہدہ سمجھا جائے۔ جب بنو ہاشم اور بنو مطّلب کو اِس کا پتہ چلا تو وہ

ابوطالب کے پاس اکٹھا ہوئے۔ ابوطالب کوہِ ابوقُبَیس کی ایک گھاٹی میں رہ رہے تھے جو ''شِعبِ ابی طالب'' کے نام سے معروف تھی۔ یہ دونوں خاندان، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہیں نظر بند ہوکر رہ گئے، لیکن (آپ کا چچا) ابولہب وہاں سے نکل کر قریش کے پاس آ گیا۔ اُس کی ملاقات جب ہند بنت عتبہ بن ربیعہ سے ہوئی تو اُس نے کہا: اے عتبہ کی بیٹی! کیا تو نے لات وعزّٰی کی مدد کی اور جس نے اُن دونوں کی پوجا چھوڑی اور اُن پر غالب آنے کی کوشش کی، تو نے اُسے چھوڑا؟ اُس نے کہا: ہاں، اے ابوعتبہ! تمھیں اللہ اچھا بدلہ دے۔

قریش کی بھرپور کوشش یہ رہی کہ اُن کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز پہنچنے نہ پائے، البتہ بعض قریشی، رشتہ داری کی وجہ سے چھپ چھپا کر آپ لوگوں کی مدد کر دیا کرتے تھے۔

چنانچہ ایک روز حکیم بن حِزام ایک لڑکے کے ساتھ کچھ غلّہ (گیہوں) لے کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کے پاس جا رہے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اُسی گھاٹی میں نظر بند تھیں۔ راستے میں ابوجہل سے ملاقات ہوگئی۔ اُس نے حکیم بن حزام کو روک کر پوچھا: تم یہ اناج بنوہاشم کے پاس لے جا رہے ہو؟ اللہ کی قسم تم اور تمھارا یہ اناج اُس وقت تک آگے نہیں بڑھ سکتا جب تک کہ میں تمھیں مکے میں رسوا نہ کرلوں۔

اتنے میں ابوالبَختَری بن ہاشم آجاتا ہے۔ وہ ابوجہل سے پوچھتا ہے: تم دونوں کا کیا معاملہ ہے؟ ابوجہل بولتا ہے: یہ بنوہاشم کے پاس اناج ڈھو کر لے جا رہا ہے۔ ابوالبَختُری نے اُسے کہا: یہ اناج وہ اپنی پھوپھی کے لئے لے جا رہا ہے جو گھاٹی میں نظر بند ہے۔ کیا تم اُسے اپنی پھوپھی کے پاس اناج لے جانے سے روک رہے ہو؟ اُس کا راستہ چھوڑو، لیکن ابوجہل نے انکار کر دیا۔ اِس بات پر دونوں گتّھم گتّھا ہوگئے۔ اتنے میں ابوالبَختُری نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی اُس کے سر پر اِس زور سے ماری کہ اُس کا سر پھٹ گیا اور پھر اُسے پاؤں سے خوب روندا۔ حضرت حمزہ وہیں پاس کھڑے یہ سارا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ حضرت حمزہ کو دیکھ کر دونوں نے شرمندگی سے اپنا جھگڑا ختم کر دیا تاکہ رسول اللہ ﷺ اور اُن

کے ساتھی اِس واقعے کو سن کر خوشی نہ منائیں۔

بنو ہاشم کا ایک رشتے دار ہشام بن عَمرو جو اپنی قوم کا ایک عزت دار شخص تھا۔ اُسے اپنے رشتے کا بڑا پاس تھا۔ چنانچہ وہ رات کے وقت اونٹ پر کھانے کا سامان لاد کر گھاٹی کے دہانے پر پہنچ جاتا۔ اونٹ کی نکیل چھوڑ کر پیچھے سے اُسے تھپتھپا دیتا تو اونٹ گھاٹی کے اندر موجود لوگوں کے پاس چلا جاتا۔ پھر وہ اونٹ کو کپڑے سے ڈھانپ کر واپس آ جاتا۔ یہی اُس کا معمول تھا۔

قریش کا یہ ظالمانہ بائیکاٹ مسلسل تین سال تک جاری رہا، یہاں تک کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کو فاقہ کی نوبت آ گئی تھی۔ بچے بھوک کے مارے زور زور سے رونے لگتے تھے جن کے رونے بلکنے کی آواز گھاٹی کے باہر سنی جاتی۔ چونکہ یہ بائیکاٹ قریش کے بے رحم اور ظالم انسانوں کی ضد اور زور زبردستی کا نتیجہ تھا۔ اِس لئے شروع ہی سے بہت سے لوگ اِس بائیکاٹ سے خوش نہ تھے، مگر وہ قریش کے سرپھرے سرداروں کے ہاتھوں مجبور تھے۔ خاص طور سے قریش کے وہ لوگ جن کی دونوں خاندانوں سے رشتے داری تھی۔ وہ اِس صورت حال کو دیکھ کر بہت زیادہ افسوس میں تھے۔ ''شِعبِ ابی طالب'' کے پاس پڑوس کے لوگ جب بھوکے بچوں کے رونے بلکنے کی آوز سنتے تو بے تاب ہو جاتے۔

''ہشام بن عمرو'' جو اونٹ پر کھانے کا سامان لاد کر شِعبِ ابی طالب میں پہنچایا کرتا تھا۔ اُس سے اب یہ صورتِ حال دیکھی نہیں جاتی تھی۔ اُس نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خلاف جاری اِس ''سوشل بائیکاٹ'' کو ختم کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اِس غرض سے وہ سب سے پہلے 'زُہیر بن ابواُمیّہ' کے پاس پہنچا جو عبدالمطلب کی بیٹی ''عاتکہ'' کا بیٹا تھا۔ ہشام نے اُس سے کہا کہ: زُہیر! کیا تمھیں یہ پسند ہے کہ تم کھاؤ پیو، اوڑھو پہنو، شادی بیاہ کرو اور تمھارے ماموں لوگ جیسا کہ تمھیں پتہ ہے، نہ خرید و فروخت کریں، نہ شادی رچائیں، نہ اُن کی لڑکیاں بیاہی جائیں؟ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ: اگر وہ ابوالحکم بن ہشام (ابوجہل) کے ماموں ہوتے اور تم اُن کا بائیکاٹ کرنے کو اُسے کہتے تو وہ کبھی تمھاری

بات نہ مانتا۔ زُہیر بولا: افسوس اے ابو ہشام! میں ایک اکیلا آدمی کیا کر سکتا ہوں؟ اللہ کی قسم! اگر کوئی دوسرا میرا ساتھ دیتا تو میں اُس معاہدے کو توڑ دیتا۔

ہشام نے کہا: تمھیں ایک آدمی مل گیا۔

زہیر بولا: وہ کون ہے؟

ہشام نے کہا: وہ میں ہوں۔

چنانچہ ہشام، مُطعِم بن عَدِی (رسول اللہ ﷺ کے پردادا کے بھائی، نوفل کے پوتے) کے پاس جاتا ہے اور اُسے کہتا ہے: اے مُطعِم! کیا تمھیں پسند ہے کہ تمھارے سامنے بنوعبد مناف کے دو خاندان تباہ ہو جائیں اور اُس تباہی میں تم قریش کا ساتھ دو؟ اللہ کی قسم! اگر تم نے قریش کو ایسا کرنے دیا تو جلد ہی وہ تمھارے ساتھ بھی سب کچھ کریں گے۔

مُطعِم بولا: افسوس! میں تنِ تنہا کیا کروں؟

ہشام نے کہا: دوسرا آدمی تمھارے پاس ہے۔

مُطعِم نے پوچھا: وہ کون ہے؟

ہشام نے کہا: ''میں''۔

مُطعِم نے کہا: کسی تیسرے کو بھی تلاش کرو۔

ہشام نے کہا: وہ میں کر چکا۔

مُطعِم بولا: وہ کون ہے؟

ہشام نے کہا: زُہیر بن ابواُمَیّہ۔

مُطعِم نے کہا: چوتھے آدمی کو بھی ڈھونڈ نکالو۔

چنانچہ ہشام، ابوالبختری بن ہشام کے پاس پہنچا۔ ہشام نے اُس سے بھی وہی بات کہی جو مُطعِم بن عدی سے کہی تھی۔ ابوالبُختری نے پوچھا: کیا کوئی ایسا آدمی ہے جو اِس کام میں تمھارا ساتھ دے؟

ہشام نے کہا: ہاں!

ابوالبَختَری نے پوچھا: وہ کون ہے؟

ہشام بولا: زُہیر بن ابواُمیّہ ، مُطعِم بن عدی اور تیسرا میں۔

بَخْتَری نے کہا: پانچویں آدمی کا انتظام کرو۔

چنانچہ ہشام ، زَمعہ بن اَسوَد بن مطلب کے پاس پہنچا اور اُس سے بات چیت کر کے بنو ہاشم اور بنو مطلب کی رشتہ داری اور اُن کے حقوق اُسے یاد دلائے۔

زمعہ نے پوچھا: جس معاملے میں مجھے ڈالنا چاہتے ہو کیا کوئی ساتھ دینے والا ہے؟

ہشام نے کہا: ہاں! اور اُس کے سامنے چاروں کے نام گِنا دیئے۔

اِدھر یہ پانچوں لوگ ایک رات وعدے کے مطابق مکے میں مقام ''حَجون'' میں اکٹھا ہوئے اور اِس بات پر اتفاق رائے کر لیا کہ دستاویز میں تحریر کردہ معاہدہ ختم کر کے رہیں گے۔ زُہیر نے یہ بھی کہا کہ اِس معاملے کو سب سے پہلے میں اٹھاؤں گا۔

اور اُدھر ''شِعبِ ابی طالب'' میں، رسول اللہ ﷺ ابو طالب سے کہہ رہے تھے کہ:

''چچا! میرے پروردگار، اللہ نے قریش کی تحریر کردہ دستاویز کے اندر دیمک کو ڈال دیا ہے۔ اللہ کے نام کو چھوڑ کر جہاں جہاں ظلم، بائیکاٹ اور الزام تراشی کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں، سب کو دیمک نے چاٹ کھایا ہے''۔

ابو طالب نے پوچھا: کیا آپ کے رب نے اِس کی خبر دی ہے؟

آپ نے کہا: ہاں!

ابو طالب نے کہا: اللہ کی قسم! آپ کے پاس تو کوئی آیا گیا نہیں۔ یہ کہہ کر وہ قریش کی طرف لپکے۔ اُنھوں نے کہا: اے قریش کی جماعت! میرے بھتیجے نے مجھے ایسا ایسا بتایا ہے، لھٰذا اپنی دستاویز اٹھا لاؤ۔ اگر میرے بھتیجے کی بات درست نکلی تو تم لوگ اپنا بائیکاٹ ختم کر دو اور اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ اور اگر وہ جھوٹا نکلا تو میں اپنے بھتیجے کو تمھارے

حوالے کردوں گا۔

اُن لوگوں نے کہا: ٹھیک ہے اور اُس پر پکّا وعدہ کرلیا۔ جب دستاویز اٹھا کر دیکھی تو رسول اللہ ﷺ کی بات سچ ثابت ہوئی، مگر وہ لوگ اپنے وعدے سے مُکر گئے۔ ٹھیک اُسی وقت وہ پانچوں لوگ وہاں پہنچتے ہیں۔ زُہیر بن اُمیہ نے جوڑا پہن رکھا تھا۔ آگے بڑھ کر اُس نے خانۂ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا پھر اُن لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر کہا: اے اہلِ مکہ! کیا ہم کھائیں پیئیں اور اوڑھیں پہنیں اور بنو ہاشم سے خرید وفروخت بند رکھی جائے تاکہ وہ ہلاک ہوجائیں؟ اللہ کی قسم! میں اُس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک اِس ظلم پرور، بائیکاٹ کرنے والی دستاویز کو پھاڑ نہ دوں گا۔

ابوجہل جو ایک گوشے میں بیٹھا تھا، بول پڑا: تم جھوٹ بکتے ہو! اللہ کی قسم! اُسے پھاڑا نہیں جائے گا۔

زَمْعَہ بن اَسود نے کہا: اللہ کی قسم! تو ہی سب سے بڑا جھوٹا ہے۔ ہم لوگ اِس دستاویز کے لکھے جانے کے وقت سے ہی راضی نہیں تھے۔

ابوالبَخْتری نے کہا: زمعہ سچ کہتا ہے۔ جو کچھ دستاویز میں لکھا ہے، نہ ہم اُس سے راضی ہیں اور نہ اُسے مانتے ہیں۔

مُطعِم بن عدی نے کہا: تم دونوں سچ کہہ رہے ہو۔ اِس سے ہٹ کر بات کرنے والا جھوٹا ہے۔ ہم اُس سے اور اُس میں تحریر کردہ باتوں سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں۔

ہشام بن عَمْرو نے بھی ویسی ہی باتیں کیں۔

اِس پر ابوجہل بولا: یہ ایک سازش ہے جو رات میں کسی اور جگہ بیٹھ کر تیار کی گئی ہے۔

اُس وقت ابوطالب بھی ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر تو مُطعِم اٹھا تاکہ دستاویز کو چاک کر ڈالے۔ دیکھتا ہے کہ دیمک نے اُس دستاویز کو چاٹ کھایا ہے۔ اُس میں صرف ''بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ'' لکھا رہ گیا تھا۔

اُس دستاویز کو منصور بن عکرمہ نے لکھا تھا جس کی کچھ انگلیاں شَل ہوگئی تھیں۔[۲۵]

اسلامی تحریک کو بند کرنے کے لئے کافروں کی سب سے مضبوط چال بھی ناکام ہوئی۔حق کو مٹانے کے لئے جاہلیت کے مارے، باطل پرستوں کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ ہٹاؤ، بھگاؤ، نکالو اور بائیکاٹ کرو جیسے گھٹیا جذبات کا سہارا لیتے ہیں اور حق کے خلاف کسی قوم کو یکا یک بھڑکا دینے کی تدبیر کرتے ہیں۔

دورِ جاہلی کے بے رحم کافروں کا یہ انداز کس قدر ظالمانہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ دونوں خاندانوں کو بھی بھوکوں مارنا چاہتے تھے۔اُن کا اصل نشانہ تو رسول اللہ ﷺ کی ذات تھی لیکن اس کام کو مکمل کرنے کے لئے اُنھیں دونوں خاندانوں پر ظلم و تشدّد کی رسی کسنی پڑی تو اُس میں بھی اُنھوں نے کوئی جھجھک محسوس نہ کی، جبکہ ''شِعبِ ابی طالب'' میں نظر بند ہونے والوں میں مسلمانوں کے علاوہ کافروں کی بھی ایک جماعت تھی، مگر قریش کو اپنے کافر بھائیوں پر بھی ترس نہ آیا۔اُن کے سامنے صرف دو باتیں تھیں، ایک: محمد ﷺ کی موت، دوسری: اسلامی تحریک کا خاتمہ۔اِس کام کے لئے اُنھیں سب کچھ منظور تھا۔

آخر کار انسانیت کو غیرت آ ہی گئی۔رشتے ناطوں کے دَبے ہوئے جذبات بھڑک ہی اٹھے۔اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے لوگوں کو کھڑا کر ہی دیا جنھوں نے غیر انسانی بائیکاٹ کو ختم کر کے ہی دَم لیا۔

مذاق اُڑانے والے

مسلسل تین سالوں تک مصیبتیں جھیلنے کے باجود رسول اللہ ﷺ کے حوصلے پست نہ ہوئے۔باہر کی دنیا میں آتے ہی آپ نے پھر اپنا کام شروع کر دیا۔ایک طرف آپ کافروں کی اذیت برداشت کرتے جاتے تھے، دوسری طرف اُنھیں سمجھاتے بھی جاتے تھے اور

[۲۵] سیرۃ ابن ہشام: ۱/۳۸۸-۳۹۱-۳۹۲-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵،
تاریخ الطبری: ۲/۳۴۱ + ۳۴۳، دلائل النبوۃ: ۲/۳۱۱ + ۳۱۴، الطبقات الکبریٰ: ۱/۶۳-۶۴

اسلام کی دعوت بھی دیتے جاتے۔ آپ اُن کافروں کے جھٹلانے کی نہ کچھ پروا کررہے تھے اور نہ اُن کے ستانے کی۔ جھٹلانے اور ستانے والوں کے علاوہ مذاق اڑانے والوں کی بھی ایک جماعت نکل آئی تھی۔ جو رسول اللہ ﷺ کے منہ سے اسلام کی باتیں سن کر طرح طرح سے آپ کا مذاق اڑایا کرتی۔ مذاق اڑانے والوں میں پانچ نمایاں نام یہ تھے:

اَسوَد بن مُطَّلِب، اَسوَد بن عَبدِ یَغُوث، وَلِید بن مُغِیرَہ، عاص بن وائِل سَہمِی، حارِث بن طُلاطِلَہ۔

جب اِن لوگوں کی شرارت حد سے گذر گئی اور یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کا بہت زیادہ مذاق اڑانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤمَرُ • وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ • اِنَّا کَفَیْنَاکَ الْمُسْتَھْزِئِیْن • الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰھاً آخَرَ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْن •﴾ (الحجر:۹۵)

(تمھیں جتنا حکم ہے، کرتے رہو اور مشرکوں سے منہ پھیرلو، بے شک ہم تمھاری طرف سے اُن مذاق اڑانے والوں کے لئے کافی ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرے کو معبود بناتے ہیں، تو جلد ہی وہ لوگ جان لیں گے۔)

☆ اَسوَد بن مُطَّلِب: خاندانِ بُنُو اَسَد بن عَبدُ العُزّٰی بن قُصَی بن کلاب' سے تعلق رکھتا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کی جماعت لے کر نکلتے تو یہ اپنے ساتھیوں کی ٹولی میں آپ کی طرف بھویں اُچکا کر اشارے کر کے کہتا:

''یہ زمین کے بادشاہ لوگ آرہے ہیں، یہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں پر قبضہ کریں گے''۔

اتنا کہہ کر وہ لوگ ہونٹوں سے سیٹیاں مارتے اور تالیاں بجاتے۔

رسول اللہ ﷺ نے اُس کے حق میں بددعا کی کہ وہ اندھا ہوجائے اور اُس کی

اولاد غارت ہو جائے۔ چنانچہ ایک دن وہ کسی درخت کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا، حضرت جبریل اُس درخت کا ایک پتّہ لے کر اُس کے چہرے پر اور آنکھوں میں مارنے لگے، جس سے اُس کو درد اٹھنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ اندھا ہو گیا۔ پھر وہ اور اُس کا بیٹا جنگ بدر میں مارا گیا جسے حضرت ابو دُجانہ نے قتل کیا تھا اور اُس کے پوتے عُتَیب کو حضرت حمزہ اور حضرت علی دونوں نے مل کر قتل کیا۔ اُس کے ایک دوسرے پوتے حارث بن زَمعَہ بن اَسوَد کو حضرت علی نے قتل کیا۔[۲۶]

☆ اَسوَد بن عَبدِ یَغُوث: خاندانِ بَنُو زُہرَہ کا فرد تھا اور رسول اللہ ﷺ کا ماموں زاد بھائی تھا۔ یہ جب غریب مسلمانوں کو دیکھتا تو اپنے ساتھیوں سے کہتا: یہ زمین کے بادشاہ ہیں جو ملکِ کِسرٰی کی باگ ڈور سنبھالیں گے۔

یہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کرتا: اے محمد! کیا آج آپ نے آسمان سے کوئی بات چیت کی۔

یہ اِسی قسم کی باتیں کہا کرتا۔

ایک دن وہ اپنے گھر سے نکلا تو اُسے لؤ لگ گئی جس سے اُس کا چہرہ کالا پڑ گیا۔ جب لوٹ کر اپنے گھر آیا تو گھر والوں نے اُسے پہچاننے سے انکار کر دیا اور اُس پر دروازہ بند کر لیا۔ وہ وہاں سے حیران و پریشان پلٹا، یہاں تک کہ پیاسا تڑپ تڑپ کر مر گیا۔[۲۷]

☆ وَلِید بن مُغِیرَہ: یہ خاندانِ بَنُو مَخزُوم کا تھا۔

یہ وہی شخص ہے جس نے قریش کو مشورہ دیا تھا کہ محمد ﷺ کو نہ جادوگر کہا جائے، نہ کاہن نہ شاعر اور نہ دیوانہ، بلکہ یہ کہا جائے کہ وہ ایک ایسی جادوئی بولی بولتا ہے جس سے میاں بیوی میں اور ایک دوسرے کے درمیان جدائی پڑ جاتی ہے۔ چنانچہ حج کے ایام میں آنے والوں سے کافر یہی بات کہنے لگے۔

---

[۲۶] الکامل فی التاریخ: ۱/۴۹۰

[۲۷] الکامل فی التاریخ: ۱/۴۹۳

دو سال پہلے یہ ایک مرتبہ خُزاعہ خاندان کے کسی آدمی کے پاس سے گذرا جو اپنے تیر میں پَر لگا رہا تھا تو اُس کا تیر ولید کے ازار میں لگ گیا جس سے اُس کے پاؤں میں ٹخنے کے نیچے چوٹ آ گئی۔ وہ کوئی خطرناک زخم نہ تھا۔ البتہ وہ اپنی ازار اونچی رکھتا تھا۔ حضرت جبریل نے اُس زخم کے نشان کی طرف اشارہ کیا تو وہ زخم تازہ ہو گیا جس نے اُس کی جان ہی لے لی۔[۲۸]

☆ عاص بن وائِل سَہمی: یہ بَنُو سَہم خاندان کا تھا۔ حضرت عمرو بن عاص کا باپ۔

جب رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت قاسم یا حضرت عبداللہ کا انتقال ہوا تو اُس نے کہا:

''بے شک محمد ﷺ کی نسل منقطع ہو گئی۔ اُن کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہے گا''۔

اُسی موقع پر سورۂ کوثر نازل ہوئی، جس میں بتایا گیا کہ آپ کے دشمن ہی کی نسل منقطع ہے۔[☆]

ایک دن وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر مکے کی کسی گھاٹی میں نکلا تھا کہ اچانک اُس کا گدھا بِدَک گیا جس سے وہ گر پڑا، پھر اُسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا تو اُس کا پاؤں اونٹ کی گردن کی طرح پھول گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینے چلے گئے تو دو مہینے بعد وہ مر گیا۔[۲۹]

☆ حارِث بن طُلاطِلَہ: یہ خاندانِ خُزاعہ سے تعلق رکھتا تھا۔

یہ بیوقوف قسم کا آدمی تھا۔ یہ ایک پتھر کو بت بنا کر پوجتا، پھر اُس سے اچھا کوئی پتھر نظر آتا، اُسے پھینک کر اِسے رکھ لیتا اور پوجا کرتا۔

---

[۲۸] سیرۃ ابن ہشام: ۲/۲۳-۲۴

[☆] بعض نے کہا کہ یہ سورت عبداللہ بن ابو مُعَیط کے بارے میں نازل ہوئی۔ بعض نے کہا کہ جماعت قریش کے بارے میں اور بعض نے کہا کہ ابو جہل کے بارے میں......

[تفسیر الطبری: ۱۵/۳۲۹+۳۳۰، تفسیر ابن کثیر: ۸/۹۳۷-۹۳۸]

[۲۹] الکامل فی التاریخ: ۱/۴۹۴، اسبابُ نزول القرآن: ۴۹۴-۴۹۵

یہ کہا کرتا تھا کہ: محمد ﷺ نے خود کو اور اپنے ساتھیوں کو یہ کہہ کر دھوکے میں رکھا ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے۔ اللہ کی قسم! ہمیں تو زمانہ اور شب وروز کا آنا جانا ہلاک کرتا ہے۔ ایک دن اُس نے بھنی ہوئی مچھلی کھائی تو اُسے اِس قدر پیاس لگی کہ وہ برابر پانی پیتا گیا، یہاں تک کہ اُس کا پیٹ پھٹ گیا۔[۳۰]

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کا مذاق اڑانے والے کافروں کو خوب مزہ چکھایا اور اُنھیں اپنے کیئے کی عبرتناک سزا ملی۔

صلح، صفائی کی کوشش

یہ نبوت کا دسواں سال تھا جب رسول اللہ ﷺ "شِعب ابی طالب" سے نکل کر دشمن ماحول میں دعوت وتبلیغ کے مشکل مرحلوں سے گذر رہے تھے۔ قدم قدم پر پریشانی، بات بات پر اُلجھاؤ۔ قریش کے بدترین کافر کسی طرح بھی رسول اللہ ﷺ کو چین کا سانس لینے نہیں دیتے تھے۔ "شِعبِ ابی طالب" کی نظر بندی سے نجات ملی تو مذاق اڑانے والوں اور ایذا پہنچانے والوں کا ایک جتّھا پیچھے لگ گیا۔ ابھی آپ اِن سے نبٹ ہی رہے تھے کہ آپ کے سب سے بڑے حمایتی، مددگار اور مہربان چچا ابوطالب مرضِ موت میں مبتلا ہو گئے۔

قریش کو پتہ چلا کہ ابوطالب بیمار پڑ گئے ہیں تو اُنھوں نے آپس میں کہا کہ: حمزہ اور عمر بھی مسلمان ہو گئے اور محمد ﷺ کی تحریک سارے قبیلوں میں جا چکی ہے، لھٰذا ہمیں ابوطالب کے پاس چل کر بات چیت کر لینی چاہئے کہ وہ اپنے بھتیجے کے سلسلے میں کچھ ہماری باتیں مانیں اور کچھ ہم اُن کی باتیں مان لیں۔ اللہ کی قسم! ہمیں اطمینان نہیں ہے کہ وہ ہماری عزت خاک میں ملا دیں۔

چنانچہ وہ لوگ ابوطالب کے پاس بات چیت کے لئے چل پڑے۔ بات چیت کرنے والے قریش کے معزز لوگ تھے، جن میں عُتبہ بن رَبیعہ، شَیبہ بن رَبیعہ، ابوجہل بن

---

[۳۰] سیرۃ ابن ہشام: ۲/۲۲-۲۳-۲۴، دلائل النبوۃ: ۲/۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸

ہشام، اُمیّہ بن خَلَف اور ابوسفیان بن حرب شامل تھے۔ اُن لوگوں نے ابوطالب سے کہا: آپ سے ہم لوگوں کو جو قربت ہے وہ آپ کو پتہ ہے۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر ہمیں اندیشہ پیدا ہوگیا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان تناؤ چل رہا ہے، لھٰذا آپ اُنھیں بلاکر ہماری کچھ باتیں اُن سے منوا لیجے اور ہم اُن کی کچھ باتیں مان لیں تاکہ وہ ہمیں چھیڑیں اور نہ ہم اُنھیں۔ وہ ہمیں اور ہمارے دین کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں اور ہم اُنھیں اور اُن کے دین کا راستہ خالی چھوڑ دیں۔

یہ سن کر ابوطالب نے آپ کو بلانے بھیجا۔ آپ آئے تو اُنھوں نے کہا: اے بھتیجے! یہ تمھاری قوم کے معزز لوگ ہیں۔ یہ تمھارے لئے اکٹھا ہوئے ہیں تاکہ یہ تمھاری کچھ باتیں مان لیں اور تم اُن کی کچھ باتیں مان لو۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا: ٹھیک ہے۔ آپ لوگ میری ایک بات مان لیں تو عرب و عجم کے مالک ہوجائیں۔

ابوجہل نے کہا: ایک کیا، ہم دس باتیں ماننے کو تیار ہیں۔

آپ نے کہا: آپ حضرات ''لا اِلٰہ الا اللہ'' کو مان لیں اور اللہ کے سوا تمام معبودوں کو چھوڑ دیں۔

یہ سن کر وہ سارے تالیاں بجا بجا کر کہنے لگے: اے محمد! کیا آپ چاہتے ہیں کہ سارے معبودوں کو ملا کر ایک معبود بنا دیں۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے!

پھر اُنھوں نے ایک دوسرے سے کہا: بے شک اللہ کی قسم! تم لوگ جو چاہتے ہو یہ آدمی اُس میں سے کچھ بھی تمھیں دینے والا نہیں۔ چلو! اپنے باپ دادا کے دین کو تھامے رہو، یہاں تک کہ اللہ تمھارے اور اُس کے درمیان فیصلہ کردے۔

یہ کہہ کر سارے لوگ چھٹ گئے۔ اِس پر ابوطالب نے کہا: بھتیجے! تم نے اُن سے کوئی بے جا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

اِس واقعے کے بعد ابوطالب کی وفات ہوگئی۔[۳۱]

---

[۳۱] سیرۃ ابن ہشام: ۲/۳۰-۳۱

ابھی آپ ابوطالب کی وفات کے غم سے نڈھال ہی تھے کہ آپ کی چہیتی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہوگیا۔ حضرت خدیجہ جو رسول اللہ ﷺ کو قدم قدم پر تسکین دیا کرتی تھیں۔ دعوت و تبلیغ کی محنت و مشقت سے جب کبھی آپ اُداس ہو جاتے تو وہ آپ کو حوصلے دیتیں اور آپ کا غم غلط کرنے کی تدبیریں کرتیں، مگر اُن کی وفات سے رسول اللہ ﷺ کا غم دوگنا ہوگیا۔ ابوطالب اور پھر اُسی کے بعد حضرت خدیجہ کی وفات سے آپ بہت زیادہ نڈھال ہوگئے۔ نہ اب کوئی ابوطالب سا حمایتی رہ گیا اور نہ حضرت خدیجہ سا غم غلط کرنے والا۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس سال کو "عامُ الحُزن"......غم کا سال......قرار دیا۔

طوفانِ بدتمیزی

قریش نے جب دیکھا کہ ابوطالب کی وفات کے بعد اب کوئی بیچ بچاؤ کرنے والا نہ رہا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھل کر گستاخیاں اور بدتمیزیاں کرنے لگے۔ ابوطالب کی وجہ سے چلتے پھرتے ہر کس و ناکس کو یہ جرأت نہ تھی کہ وہ آپ کے ساتھ دست درازیاں کرتا، لیکن ابوطالب کی وفات کے بعد میدان خالی ہوگیا۔ اب وہ ہر طرح کا کھیل کھیلنے کے لئے آزاد تھے۔

چنانچہ ایک روز ایک اَوباش نے راہ چلتے رسول اللہ ﷺ کے سر پر مٹی ڈال دی آپ اُسی حالت میں گھر تشریف لے گئے۔ آپ کی ایک صاحبزادی آپ کا سر دھوتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں اور آپ اپنی صاحبزادی سے کہتے جاتے تھے:

"رومت، بیٹی! اللہ تیرے باپ کا بچانے والا ہے"۔[۳۲]

ایک دوسرے موقعے پر رسول اللہ ﷺ کعبے کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل اور اُس کے ساتھی بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کو نماز پڑھتے دیکھ کر ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے کہا: کل فلاں خاندان میں ایک اونٹنی ذبح کی گئی تھی۔ کون اُس اونٹنی کی

---

[۳۲] سیرۃ ابن ہشام: ۲/۳۰

اوجھڑی اٹھا کر لائے گا اور جب محمد (ﷺ) سجدے میں جائیں تو اُن کی پیٹھ پر یا دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھے گا؟

یہ سن کر اُن میں کا سب سے بد بخت انسان عُقبہ بن ابو مُعَیط اٹھا اور جا کر اوجھڑی لیتا آیا۔ جب رسول اللہ ﷺ سجدے میں گئے تو اُس نے اوجھڑی اٹھا کر آپ کی پیٹھ پر رکھ دی۔ یہ تماشا دیکھ کر سارے کافر ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود بھی وہاں کھڑے تھے، لیکن اُن کو ہمت نہ ہو سکی کہ وہ اوجھڑی کو آپ کی پیٹھ سے اٹھا کر پھینک دیں، جبکہ نبی ﷺ کچھ دیر تک سجدے ہی میں رہے، آپ اپنا سر نہیں اٹھا رہے تھے۔ آخر کسی نے جا کر حضرت فاطمہ کو بتایا۔ اُس وقت آپ جوان تھیں۔ وہ آئیں اور اوجھڑی کو اٹھا کر پھینکا اور اُن لوگوں کو برا بھلا کہنے لگیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پوری کر لی تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر اُن کے حق میں تین تین بار دعا کی۔ آپ نے تین بار یہ دعا مانگی:

اے اللہ! قریش کو پکڑ۔

جب قریش نے آپ کی دعا کی آواز سنی تو اُن کی ہنسی جاتی رہی۔ وہ آپ کی دعا سے خوفزدہ ہو گئے تھے۔ آپ نے پھر دعا کی:

اے اللہ! ابو جہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، اُمیّہ بن خَلَف اور عقبہ بن ابو مُعَیط کو پکڑ۔

چنانچہ آپ نے جن جن کے حق میں بددعا کی تھی وہ سب جنگ بدر کے دن مارے گئے اور اُن کی لاشیں بدر کے کنویں میں پھینکی گئیں، سوائے اُمیّہ بن خلف کے، اُس کے جوڑ جوڑ کٹ گئے تو اُسے کنویں میں ڈالا گیا۔[۳۳]

بدترین پڑوسی

رسول اللہ ﷺ کے پڑوس میں ابولہب، حَکَم بن عاص بن اُمیّہ، عقبہ بن ابو مُعَیط،

---

[۳۳] صحیح البخاری: ۳/ ۱۳۹۹ (حدیث: ۳۶۴۱)
صحیح مسلم: ۳/ ۱۴۱۸ (حدیث: ۱۷۹۴)

عدِی بن حَمراء ثقفی ابنُ الاَصداء ھُذَلی آباد تھے اُن میں سے سوائے حکم بن عاص کے، کسی کو مسلمان ہونے کی توفیق نہیں ملی۔

جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے تو اُن میں کا ایک بکری کی اوجھڑی اٹھا کر آپ کے اوپر پھینک دیتا۔ یوں ہی جب آپ ہانڈی چڑھاتے تو کوئی اُسی اوجھڑی کو ہانڈی میں ڈال دیتا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھنے کے لئے کسی آڑ کا سہارا لینا پڑتا۔ جب وہ لوگ آپ پر اوجھڑی پھینکتے تو رسول اللہ ﷺ اُس غلاظت کو لکڑی سے اٹھا کر دروازے پر رکھ دیتے اور کہتے:

''اے بنو عبد مناف! یہ کیسا پڑوس ہے''۔

پھر آپ اُسے اٹھا کر کہیں اور ڈال آتے۔[۳۴]

اندھی بستی

جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حد سے زیادہ بدسلوکیاں ہونے لگیں تو آپ کا دل مکے سے اُچاٹ ہوگیا۔ آپ نے سوچا کہ قریش کے لوگ میری دعوت قبول کرنے کے بجائے مجھ سے دشمنی نکالنے لگے۔ لھٰذا شہر طائف جا کر بَنُو ثَقِیف کے یہاں پناہ لی جائے اور اُنھیں اسلام کی دعوت بھی دی جائے۔ امید ہے کہ وہ قریش کی طرح ظلم وزیادتی سے پیش نہیں آئیں گے اور میری باتیں بھی سنیں گے۔

چنانچہ آپ طائف روانہ ہوتے ہیں۔ وہاں آپ کی ملاقات بنو ثقیف کے تین سگے بھائی: عَبد یالیل، مسعود اور حبیب سے ہوتی ہے جو عمرو بن عُمیر کے بیٹے اور قوم کے سردار تھے۔ قریش کے بنو جُمَح خاندان کی ایک لڑکی بھی ایک بھائی کے ساتھ بیاہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ اُن کے پاس بیٹھتے ہیں اور اللہ کی دعوت دیتے ہیں اور اُن کے پاس آنے کی غرض بیان کرتے ہیں کہ اسلام کی خاطر وہ آپ کی مدد کریں اور آپ کی دشمن قوم کے مقابلے میں آپ کا ساتھ دیں۔

---

[۳۴] سیرۃ ابن ہشام: ۲/۲۹+۳۰

یہ سن کراُن میں سے ایک نے کہا: اگر اللہ نے آپ کو رسول بنایا ہوتو میں کعبے کا پردہ نوچ دوں۔

دوسرے نے کہا: کیا اللہ کو رسول بنانے کے لئے تیرے سوا کوئی نہ ملا۔

تیسرے نے کہا: اللہ کی قسم! میں تجھ سے کبھی بات نہ کروں گا۔ اگر تیرے کہنے کے مطابق تو اللہ کا رسول ہے تو تیری شان اِس سے بڑی ہے کہ میں تجھ سے بات (پوچھ گچھ) کروں اور اگر تو اللہ کا نام لے کر جھوٹ بول رہا ہے تو مجھے زیب نہیں دیتا کہ میں تجھ سے بات کروں۔

اُن کی باتیں سن کر رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ مایوس تھے کہ بَنُو ثَقِیف کچھ بھلائی قبول نہ کریں گے۔ آپ نے چلتے چلتے اُن سے کہا کہ آپ جو چاہیں کریں لیکن میری باتوں کو پردے میں رکھئے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بات اِس لئے کہی تھی کہ آپ نہیں چاہتے تھے کہ اُن کی قوم کو یہ خبر ملے اور وہ پہلے سے زیادہ جَری ہو جائیں۔

بَنُو ثَقِیف نے آپ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اوباشوں اور بچوں کو آپ کے پیچھے پیچھے لگا دیا۔ وہ آپ کو گالیاں بکتے اور شور مچاتے جاتے تھے، یہاں تک کہ لوگوں کی ایک بھیڑ اکٹھا ہوگئی، پھر وہ سارے لوگ راستے میں دو صف بنا کر کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ بیچ سے گذرتے جاتے تھے اور جب آپ اپنا قدم اٹھاتے یا رکھتے وہ لوگ آپ کی ایڑیوں پر پتھر مارتے، یہاں تک کہ اُنھوں نے آپ کو لہولہان کر دیا۔ کسی طرح آپ اُن سے بچ کر نکلے۔ آپ کے سر میں بھی کافی چوٹ آئی۔ آپ کے دونوں پاؤں سے خون بہہ رہا تھا اور آپ کے جوتے بھی خون سے بھر گئے تھے۔ آپ کے چہرے پر غم کے آثار نمایاں تھے۔ اچانک بادل کا ایک ٹکڑا آکر آپ پر سایہ فگن ہوگیا۔ سر اٹھا کر دیکھا تو اُس کے اندر حضرت جبریل موجود تھے۔ اُنھوں نے آپ کو دیکھ کر کہا:

''اللہ نے سب کچھ سن لیا ہے۔ آپ نے اپنی قوم سے

کیا کہا اور اُنھوں نے آپ کو کیا جواب دیا ہے۔اُس نے آپ کے پاس پہاڑ کے فرشتے کو بھیجا ہے تاکہ آپ اُن کے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کریں''۔

پھر پہاڑ کے فرشتے نے آپ کو پکارا اور سلام پیش کیا، پھر کہا:

''اے محمد! بے شک اللہ نے آپ کی قوم کا جواب سن لیا ہے۔ اُس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔میں پہاڑ کا فرشتہ ہوں۔آپ کے رب نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔اگر آپ کا حکم ہو تو اُن کے اوپر ابوقُبیس اور قیقعان پہاڑوں کو اُلٹ دوں؟''۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا: مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی نسل میں ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور اُس کے ساتھ کچھ شرک نہ کریں گے۔[۳۵]

بچوں اور اَوباشوں کی بھیڑ کچھ دور تک آپ کے پیچھے لگی رہی۔راستے میں عُتبہ اور شَیبہ کا باغ پڑا۔آپ پناہ لینے کے لئے اُس میں چلتے چلے گئے۔اتفاق سے دونوں اندر ہی موجود تھے۔یہاں سے اَوباشوں کی بھیڑ چھٹ گئی۔آپ انگور کے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔وہ دونوں آپ کو اور طائف والوں کی نازیبا حرکتوں کو دیکھ رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب اطمینان کا سانس لیا تو اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا:

" اَللّٰهُمَّ اِلَيْکَ اَشْكُوْ ضَعْفَ قُوَّتِیْ، وَقِلَّةَ حِيْلَتِیْ، وَهَوَانِیْ عَلَى النَّاسِ، يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ، وَ اَنْتَ رَبِّیْ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِیْ ؟ اِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِیْ ، اَمْ اِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهٗ اَمْرِیْ ؟ اِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَیَّ غَضَبٌ فَلَا اُبَالِیْ وَلٰكِنَّ عَافِيَتَکَ هِیَ اَوْسَعُ لِیْ ، اَعُوْذُ

---

[۳۵] صحیح البخاری:4/115(3231)
صحیح مسلم:3/1420(1795)، البدایہ والنہایہ:۳/۱۶۷-۱۶۸

بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَیْهِ اَمْرُالدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ مِنْ اَنْ تُنْزِلَ بِیْ غَضَبُ اَوْ یَحِلُّ عَلَیَّ سُخْطُکَ ، لَکَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی ، وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ''.

(اے اللہ! میں تجھی سے اپنی کمزوری، تدبیر کی کمی اور لوگوں کی نگاہ میں معمولی ہونے کا شکوہ کرتا ہوں۔اے مہربانوں کے مہربان! تو کمزوروں کا مددگار ہے اور تو میرا پروردگار ہے، تو مجھے کس کے سپرد کرتا ہے؟ ایسے اجنبی کے (سپرد کرتا ہے) جو میرے ساتھ بدمزاجی سے پیش آئے یا کسی دشمن کے، جس کے ہاتھ میں تو میرا معاملہ دے رہا ہے؟ اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے پروا نہیں، لیکن تیرا بچاؤ میرے لئے زیادہ کشادہ چیز ہے۔ میں تیرے چہرے کے اُس نور کی پناہ مانگتا ہوں جس کی وجہ سے اندھیرے روشن ہوئے اور دنیا و آخرت کے معاملے درست ہوئے۔ میں اِس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر کوئی غضب نازل ہو یا مجھے تیری ناراضی پہنچے۔ تیرے ہی لئے رضا ہے، یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔ اللہ ہی کے ذریعہ ہر طاقت اور تدبیر ہے۔)

دشمن کے غلام کی عقیدتمندی

جب عُتبہ وشَیبہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کی گئی بدسلوکیوں کو دیکھا تو اُن کی خاندانی غیرت جوش میں آ گئی۔ اُنھوں نے اپنے ایک نصرانی غلام کو بلایا جس کا نام عدّاس تھا۔ اُسے کہا کہ: لو، یہ انگور کا گچھا طشت میں رکھ کر اُس آدمی کو دے آؤ اور اُسے کہو کہ کھا لے! عدّاس حکم کے مطابق آپ کے پاس آیا اور طشت کو آپ کے آگے رکھ دیا اور آپ سے کھانے کو کہا: رسول اللہ ﷺ نے جب طشت میں اپنا ہاتھ ڈالا تو بسم اللہ پڑھی، پھر

کھایا۔عدّاس آپ کا منہ تک رہا تھا، پھر بول پڑا: اللہ کی قسم! اِس شہر کے لوگ ایسا کلام نہیں پڑھتے۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم کس شہر کے رہنے والے ہو عدّاس! تمھارا شہر اور تمھارا دین کیا ہے؟

اُس نے کہا: میں نصرانی ہوں اور نَینوٰی شہر کا رہنے والا ہوں۔

آپ نے کہا: مردِ صالح ''یونس بن متّیٰ'' کے شہر کے رہنے والے ہو؟

عدّاس نے پوچھا: ''یونس بن متّیٰ'' کے بارے میں آپ کو کیسے پتہ؟

رسول اللہ ﷺ نے کہا: وہ میرا بھائی ہے۔وہ نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں۔

یہ سن کر عدّاس جھک پڑا اور آپ کا سر، آپ کے ہاتھ اور آپ کے قدموں کو چومنے لگا۔

یہ دیکھ کر عُتبہ وشَیبہ میں سے ایک دوسرے سے کہنا لگا: تمھارے غلام کو اُس نے خراب کر دیا۔

چنانچہ جب عدّاس پلٹ کر آیا تو دونوں نے اُسے کہا: تباہی ہو عدّاس! تجھے کیا ہو گیا تھا جو اُس آدمی کے ہاتھ پاؤں چوم رہا تھا؟

اُس نے جواب دیا: میرے آقا! روئے زمین پر اُس آدمی سے بہتر کوئی نہیں۔ اُس نے مجھے ایک ایسی بات بتائی ہے جسے سوائے نبی کے کوئی نہیں جانتا۔اُن دونوں نے کہا: افسوس اے عدّاس! وہ تم کو تمھارے دین سے نہ پھیر دے۔ بے شک تیرا دین اُس کے دین سے بہتر ہے۔[۳۶]

آخر کار رسول اللہ ﷺ طائف سے نکل کر دوبارہ مکے میں داخل ہوئے اور مُطعم بن عدی کے گھر آ کر پناہ لی۔

مکے والوں سے زیادہ برا سلوک طائف والوں نے کیا۔آپ جس امید پر مکہ

---

[۳۶] سیرۃ ابن ہشام: ۲/۳۲-۳۳-۳۴-۳۵، دلائل النبوۃ: ۲/۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷

چھوڑ کر طائف روانہ ہوئے تھے، اُس پر پانی پھر چکا تھا۔ ظلم، اذیت، تشدد، گالی گلوج، بے عزتی، بدسلوکی اور ہر طرح کا دکھ درد لے کر آپ طائف کی بستی سے پلٹے۔ آپ اِس قدر مغموم اور اُداس تھے کہ آپ کو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں شکایت کی زبان کھولنی ہی پڑی۔ ساری دنیا سے بے نیاز ہو کر ایک اللہ کے آگے مدد کا ہاتھ پھیلایا، لیکن آپ پر رسالت کی جو بڑی ذمہ داری تھی، اُس سے کبھی غافل نہ ہوئے۔ ہزار غم کے پہاڑ ٹوٹے، پھر بھی آپ نے تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ مکہ اور طائف کو چھوڑ کر آپ نے اپنی تبلیغ کا رُخ عرب کے دوسرے قبیلوں کی طرف موڑ دیا۔

جو لوگ عُکّاظ، مجَنّہ، اور ذُوالمَجاز کے میلوں میں اور حج کے موقعوں پر منٰی میں جمع ہوتے تھے۔ آپ اُن سے کہتے کہ اللہ کی عبادت کرو، میں نبی مرسَل ہوں، مجھے مان لو اور آپ لوگ مجھے مکے والوں سے بچائیں تا کہ اللہ نے جو کچھ دے کر مجھے بھیجا ہے، وہ ظاہر ہو جائے۔[۳۷]

ابولہب کی گھٹیا حرکت

لیکن قریش کے کافروں کی پھر بھی یہ کوشش رہی کہ جس طرح ہم نے محمد ﷺ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے، ویسے ہی عرب کا ہر قبیلہ اِس دعوت کو ٹھکرا دے۔ دعوت و تبلیغ کے اِس کام میں روڑے ڈالنے کے لئے ابولہب پیش پیش تھا۔

رَبیعہ بن عُباد دَیلی جو ایک صحابی رسول ہیں۔ یہ اپنے مسلمان ہونے سے پہلے کا ایک چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

میں اپنے والد کے ساتھ (ذُوالمجاز کے بازار میں) پہنچا ہوا تھا۔ اُس وقت میں ایک نوجوان لڑکا تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ قبیلوں کے پیچھے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور اُن کے پیچھے ایک گورا اور بھینگی آنکھوں والا آدمی تھا، جس کی زلفیں مونڈھوں تک لٹکی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ قبیلے کے پاس کھڑے ہو کر کہہ رہے تھے:

---

[۳۷] سیرۃ ابن ہشام: ۲/۳۵-۳۶

”اے بَنُو فلاں! میں تم لوگوں کا رسول ہوں۔ میں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اُس کے ساتھ کبھی شریک نہ ٹھہراؤ۔ اگر تم لوگ میری بات مانو گے تو اللہ نے جو حکم مجھے دے کر بھیجا ہے، میں اُسے نافذ کر دوں گا“۔

جب رسول اللہ ﷺ اپنی بات کہہ کر چپ ہوئے تو پیچھے سے اُسی آدمی نے کہا: اے بَنُو فلاں! بے شک یہ آدمی چاہتا ہے کہ تمھیں لات وعُزّٰی سے اور تمھارے حلیف قبیلے بَنُو مالک بن اُقَیش سے دور کر کے بدمذہبی اور گمراہی میں ڈال دے۔ لھٰذا نہ اُسے سنو اور نہ اُس کی بات مانو۔

میں نے اپنے والد سے پوچھا: یہ آدمی کون ہے؟

اُنھوں نے جواب دیا: اُس کا چچا ابولہب۔[۳۸]

یہ وہی ابولہب ہے جس نے صفا پہاڑی سے اُبھرنے والی آواز کو سب سے پہلے دبانے کی کوشش کی تھی اور اب ذُوالمجاز کے بازار میں بکواس کرتا پھر رہا ہے۔ اُسے اسلام قبول نہ کرنا تھا نہ کرتا۔ رسول اللہ ﷺ کی عظمتوں کو نہ ماننا تھا نہ مانتا، مگر یہ کیا کہ وہ ہاتھ دھو کر پیچھے ہی پڑ گیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے مشن کو ہر طرح سے کنڈم کرنے کے داؤ پیچ میں لگ گیا۔

اسلام جو اللہ کی جانب سے بھیجا ہوا ایک مستند مذہبِ حق تھا۔ ابولہب جیسے ملعون نے اُسی کو ”بدمذہبی اور گمراہی“ کہہ ڈالا۔ باطل پرستوں کے نزدیک حق کو دبانے کی یہ سب سے عمدہ اور کارگر چال ہے۔ وہ دلیل کے بکھیڑوں میں نہیں پڑتے، بلکہ جھوٹے پروپیگنڈوں کا سہارا لیتے ہیں۔ حق پرستوں کو پہلی ہی فرصت میں گمراہ اور بدمذہب کہہ کر اُن کی شخصیت کو مجروح کرنے اور اُن کے نظریات کو مشکوک قرار دینے کی ناپاک کوششیں کر ڈالتے ہیں، تاکہ عوام پہلے ہی قدم پر سہم کر رہ جائیں۔

ابولہب کی بگڑی ہوئی فطرت نے بھی ایک ایسی ہی سازش کرنے پر اُسے اُکسا دیا تھا، لیکن کاغذ کی ناؤ کب تک چلے گی؟ آخر کار اُسے کمزور ہو کر ڈوبنا ہے۔ ذرا اندازہ کیجیے

---

[۳۸] مسند الامام احمد: ۵۴۸/۴ (حدیث: 1597)

کہ رسول اللہ ﷺ کی تبلیغِ رسالت کو جب ابولہب نے بدمذہبی اور گمراہی کا نام دیا ہوگا تو آپ کو کس قدر ذہنی اذیتوں کو سامنا رہا ہوگا، مگر آپ جیسا انسان کڑوا گھونٹ پی کر رہ گیا۔

ابولہب کی اِن گھٹیا حرکتوں کی وجہ سے آپ عاجز آ کر اسلام کی دعوت سے بیزار نہیں ہو گئے، بلکہ میلوں اور حج کے موقعوں پر آنے والے سردار اور عزت دار لوگوں سے آپ خصوصی ملاقاتیں کرتے اور اُنھیں اسلام کی دعوت دیتے اور اِس بات پر بھی زور دیتے کہ مکہ والے میرے اِس کام کے آگے دیوار بن کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ آپ حضرات میرے اِس کام میں شامل ہو جائیے، مجھے اپنی حمایت میں لیجے اور اِس کام کو آگے بڑھائیے۔

آپ کو جب بھی کسی معروف اور باعزت شخص کے بارے میں خبر ملتی کہ وہ مکے آیا ہوا ہے تو آپ اُس کے پاس پہنچ جاتے، اُسے ایک اللہ کی دعوت دیتے اور اسلام کی باتیں بتاتے۔

انصار میں اسلام

نبوت کے گیارہویں سال حج کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ اپنے قاعدے کے مطابق آنے والے عرب قبیلوں سے ملاقات کرنے اور اُنھیں اسلام کی دعوت دینے پہنچتے ہیں۔ اتفاق سے عَقَبَہ کے پاس قبیلۂ خزرج کے ایک گروہ سے ملاقات ہوتی ہے۔ آپ اُن سے پوچھتے ہیں:

آپ کون لوگ ہیں؟

وہ بولے: ہم قبیلۂ خزرج سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں۔

آپ نے پوچھا: کیا آپ لوگ یہود کے اتحادی ہیں؟

اُنھوں نے کہا: ہاں!

آپ نے کہا: کیا آپ لوگ بیٹھیں گے کہ میں آپ سے کچھ باتیں کروں؟

اُنھوں نے کہا: ضرور۔

چنانچہ وہ لوگ آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے اُنھیں اللہ کی طرف دعوت دی، اُن پر اسلام پیش کیا اور قرآن پڑھ کر سنایا۔

چونکہ یہود اُن کے شہر کے باشندے تھے جو اہلِ کتاب اور اہلِ علم بھی تھے اور وہ لوگ مشرک اور بت پرست تھے، مگر وہ لوگ اپنے شہر میں یہودیوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ جب کبھی اُن کے درمیان کچھ نوک جھونک ہوتی تو یہود اُن سے بولتے:

> ''بے شک ایک نبی ظاہر ہونے والا ہے۔ اُس کے ظہور کا وقت سر پر آ چکا ہے۔ ہم اُس نبی کی پیروی کر کے اور اُس کے ساتھ مل کر تم لوگوں کو قومِ عاد و اِرَم کی طرح قتل کریں گے''۔

ایسے ماحول میں جب رسول اللہ ﷺ نے اُس گروہ سے گفتگو کی اور اُنھیں اللہ کی دعوت دی تو وہ آپس میں کہنے لگے:

> ''اے قوم! اللہ کی قسم! جان لو یہ وہی نبی ہیں جن کی دھمکی تمھیں یہود دیا کرتے تھے، لھٰذا اِس نبی پر ایمان لانے میں وہ پہل نہ کر جائیں''۔

چنانچہ اُن لوگوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور آپ پر ایمان لے آئے اور اسلام کی جو باتیں آپ نے اُن پر پیش کیں اُنھیں مان لیا۔ اُنھوں نے کہا کہ: ہم اپنے پیچھے اپنی قوم کو اِس حال میں چھوڑ آئے ہیں کہ جتنی دشمنی اور مارکاٹ اُن کے درمیان رہا کرتی ہے، کسی دوسری قوم کے درمیان نہ ہوگی۔ شاید اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے ہم سب کو ایک کر دے۔ لھٰذا ہم اُن کے پاس جا کر آپ کے دین کی دعوت دیں گے۔ ہم اُن کے سامنے دین کی وہی باتیں پیش کریں گے جنھیں ہم مان چکے ہیں۔ اگر اللہ نے اُن سب کو آپ کے گرد اکٹھا کر دیا تو آپ سے زیادہ طاقتور کوئی نہ ہوگا۔

یہ چھ مَردوں کا ایک گروہ تھا جو ایمان کی دولت سے مالا مال ہو کر واپس گیا۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں:

- اَبواُمامہ اَسعَد بن زُرارہ (بنو مالک بن نجّار)
- عَوف بن حارِث بن رِفاعہ (بنو مالک بن نجّار)

- رافِع بن مالک بن عَجلان (بَنُو زُرَیق بن عامِر)
- قُطبَہ بن عامِر بن حَدِیدَہ (بَنُوسَلِمہ بن سَعُد)
- عُقُبَہ بن عامِر بن نابی (بَنُوحَرام بن کَعُب)
- جابر بن عبداللہ بن رِئاب (بَنُوعُبَید بن عدِی بن غَنُم) [۳۹]

بیعتِ عَقَبہٗ اُولیٰ

منیٰ کی گھاٹی میں اسلام کی پہلی بیعت

جب یہ لوگ لوٹ کر مدینے پہنچے تو گھر گھر رسول اللہ ﷺ کا چرچا ہونے لگا۔ قریش کے کافر جس قدر شدت کے ساتھ اسلامی تحریک کو روکنے کی کوششیں کررہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اُس سے کہیں زیادہ لگن، محنت اور حوصلوں کے ساتھ اپنا تبلیغی مشن لے کر آگے بڑھتے جارہے تھے۔ مکے میں مخالفین، اسلام کا دائرہ تنگ کرنے میں لگے ہوئے تھے، لیکن یہ دائرہ پھیل کر مدینے کی طرف بڑھنے لگا۔ چنانچہ آئندہ سال حج کے زمانے میں جب یہی گروہ پھر آیا تو اپنے ساتھ سات نئے چہرے بھی لیتا آیا۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں:

- مُعاذ بن حارِث بن عَفُراء — بنونَجّار — خَزُرَج
- ذَکوان بن عبدالقَیس — بنوزُرَیق — خزرج
- عُبادَہ بن صامِت — بنوغنم — خزرج
- یزید بن ثَعُلَبَہ — حلفاء بنوغنم — خزرج
- عباس بن عُبادَہ بن نَضُلَہ — بنوسالم — خزرج
- ابوالھَیثَم بن تیھان — بنوعبدُالاشُھَل — اَوس
- عُدَیم بن ساعدہ — بنوعمرو بن عَوف — اَوس

اِس بار جابر بن عبداللہ بن رِئاب شامل نہیں تھے۔

---

[۳۹] سیرۃ ابن ہشام: ۲/۴۱+۴۴، دلائل النبوۃ: ۲/۴۳۰+۴۳۶

ان لوگوں نے منیٰ کی گھاٹی میں ملاقات کی۔ آپ نے اُن لوگوں سے حسب ذیل بیعت لی:-

"آؤ! تم لوگ اِس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کچھ شرک نہ کرو گے۔ چوری نہ کرو گے۔ زنا نہ کرو گے۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے۔ کسی پر جھوٹا الزام نہ لگاؤ گے۔ کسی بھلائی کے کام میں رسول کی نافرمانی نہ کرو گے۔ اگر تم اِس وعدے کو پورا کرو گے تو اُس کا اجر اللہ کے ذمہ ہوگا اور جو اُس میں سے کوئی گناہ کرے گا تو پکڑے جانے پر اُسے دنیا میں اُس کی سزا ملے گی۔ وہ سزا اُس کے لئے کفارہ ہوگی، لیکن اگر کسی کے گناہ پر اللہ پردہ ڈال دے تو اُس کا فیصلہ اللہ کے حوالے ہوگا، چاہے تو سزا دے، چاہے تو معاف کردے"۔[۴۰]

جن باتوں پر آپ نے ان لوگوں سے بیعت لی تھی، بعد میں عورتوں سے اُسی قسم کی بیعت لینے کا حکم قرآن میں نازل ہوا۔ اِسی لئے عَقَبَہ اُولیٰ کی اِس بیعت کا نام "بَیْعَۃُ النِّسَاء" (عورتوں کی بیعت) پڑ گیا۔ یہ نبوت کا بارھواں سال تھا۔

اسلام کا سفیر مدینے میں

بیعت مکمل ہو چکنے کے بعد جب یہ گروہ مدینے واپس جانے لگا تو آپ نے اُن کے ساتھ حضرت مُصْعَب بن عُمَیر رضی اللہ عنہ کو لگا دیا تا کہ وہ اُنھیں قرآن سکھائیں، اِسلام کی تعلیم دیں اور دین کی سمجھ پیدا کریں۔ چنانچہ حضرت مصعب، اسعد بن زُرارہ کے گھر پر قرآن سکھایا کرتے تھے۔ مدینے میں یہ اسلام کے پہلے سفیر تھے۔[۴۱]

---

[۴۰] سیرۃ ابن ہشام: ۲/۴۴-۴۵-۴۶-۴۷، بخاری: ۳/۶۵ (حدیث: ۳۸۹۲)۔
مسلم ۳/۱۳۳۳ (حدیث: ۱۷۰۹)

[۴۱] سیرۃ ابن ہشام: ۲/۴۷-۴۸

خاص بات یہ ہوئی کہ حضرت مصعب بن عمیر کی کوششوں سے بنوعبدالاشھل کے دوسردار سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر مسلمان ہوگئے۔ اِن دونوں کے مسلمان ہوتے ہی سارا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔

بیعتِ عَقَبَۂ کُبریٰ

منیٰ کی گھاٹی میں اسلام کی دوسری بڑی بیعت

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی محنت سے مدینے میں اسلام بہت تیزی سے پھیلنے لگا۔ قبیلۂ اَوس وخَزرَج کے انصار اسلام سے متأثر ہوکر مسلمان ہونے لگے، یہاں تک کہ سال بھر بعد، نبوت کے تیرہویں سال، ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں، ستّر سے زائد مسلمان، ایامِ حج میں اپنی قوم کے مشرکوں کے ساتھ حج ادا کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ جب یہ لوگ مکے پہنچے تو اُن کی رسول اللہ ﷺ سے چھپ چھپ کر ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ پھر ایک دن آپس میں طے پایا کہ یہ لوگ ایامِ تشریق کے درمیان منیٰ کی گھاٹی میں (جہاں جمرۂ اُولیٰ واقع ہے) اکٹھا ہوں۔ یہ اجتماع رات کی تاریکی میں پوری رازداری کے ساتھ ہونا چاہئے۔

یہ لوگ اُس رات اپنی قوم کے ساتھ قیامگاہوں میں سورہے تھے، یہاں تک کہ رات کے تیسرے پہر کے بعد سارے لوگ دَبے پاؤں دھیرے سے اُٹھے اور وعدے کے مطابق گھاٹی میں اتر آئے۔ اُن کے ساتھ دوعورتیں بھی تھیں: نُسَیبہ بنت کعب اور اَسماء بنت عَمرو۔

یہ لوگ گھاٹی میں پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرہی رہے تھے کہ آپ اپنے چچا عباس بن مطلب کے ساتھ تشریف لائے۔ حضرت عباس اُس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے، مگر وہ چاہتے تھے کہ اپنے سامنے اپنے بھتیجے (رسول اللہ ﷺ) کے معاملات طے کریں اور اُنھیں مضبوط کریں، چنانچہ اُنھوں نے کہنا شروع کیا کہ:

”جیسا کہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ محمد (ﷺ) اپنی قوم

کے عزت دار اور اپنے شہر میں شاندار آدمی ہیں۔ ہم نے اُنھیں اب تک اپنی قوم سے بچا رکھا ہے۔ آج وہ آپ کے ساتھ مل بیٹھنے پر راضی ہیں، لھذا اگر آپ اُنھیں بچانے کا حوصلہ رکھتے ہیں تو ٹھیک ہے، ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں وعدہ کرلیں اور جب وہ آپ کے پاس جائیں تو بے عزتی اٹھانی پڑے۔ اگر ایسا ہے تو اُنھیں ابھی سے چھوڑ دیں، کیونکہ وہ اپنی قوم اور اپنے شہر میں عزت اور شان والے ہیں''۔

اُن کی باتیں سن کر سبھوں نے کہا:

آپ کو جو کچھ کہنا تھا ہم نے سن لیا، یارسول اللہ! اب آپ فرمائیں۔ آپ اپنے لئے اور اپنے رب کے لئے جو کچھ پسند ہو، اختیار کریں۔

سوال وجواب کے اِس سلسلے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اُن سے بیعت لیتے ہوئے سب سے پہلے قرآن کی تلاوت کی، اللہ کی طرف دعوت دی اور اسلام کی طرف رغبت دلائی، پھر فرمایا:

''میں تم سے اِس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم لوگ مجھے اُن چیزوں (دُکھ درد، اذیت ومصیبت) سے بچاؤ گے جن چیزوں سے اپنے بال بچوں کو بچاتے ہو''۔

براء بن معرور نے آپ کا ہاتھ تھام کر کہا:

ہاں ہاں! اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، ہم ضرور آپ کو اُن چیزوں سے بچائیں گے جن سے ہم اپنی عورتوں کو بچاتے ہیں۔ یارسول اللہ! ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ ہم اللہ کی قسم لڑنے بھڑنے والے اور ہتھیار اٹھانے والے لوگ ہیں۔ یہ ہماری پشت در پشت چلی آرہی وراثت ہے۔

ابھی براء بن معرور اپنی بات کہہ ہی رہے تھے کہ ابوالہیثم بن تیہان بول پڑے کہ یارسول اللہ! ہماری یہود سے رَسّہ کشی چل رہی ہے، ہم آپ سے بیعت کرلیں، پھر اگر اللہ آپ کو غالب کردے تو کیا آپ اپنی قوم میں واپس چلے جائیں گے اور ہمیں چھوڑ دیں گے؟

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرا پڑے، پھر بولے:

"نہیں، بلکہ میرا خون تمھارا خون ہے اور میرا ذمہ (حفاظت) تمھارا ذمہ (حفاظت) ہے۔ میں تمھارا ہوں اور تم میرے ہو۔ جو تم سے لڑے گا میں اُس سے لڑوں گا اور جو تم سے مصالحت کرے گا میں اُس سے مصالحت کروں گا"۔

تب براء بن معرور نے کہا: یارسول اللہ! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ میں آپ سے بیعت کروں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

پہلے اپنے بارہ نقیب پیش کرو، چنانچہ اُنھوں نے اَوس اور خزرج خاندان کے بارہ نقیب حاضر کیئے، جن کے نام یہ ہیں:

خاندانِ خزرج سے:

- اَسعد بن زُرَارہ
- سَعُد بن رَبیع
- عبداللہ بن رَواحہ
- رافِع بن مالک
- مالک بن معرور
- عبداللہ بن عُمرو بن حَرام
- عُبادَہ بن صامِت
- سَعُد بن عُبادَہ
- مُنذِر بن عُمرو

خاندان اَوس سے:

- اُسَید بن حُضیر
- سعد بن خَیثَمہ
- رِفاعہ بن عبدالمُنذِر یا اَبُو الھَیثَم بن تیّھان

تب حضرت براء بن معرور نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت

کی۔[۴۲]

اُس کے بعد ایک ایک کر کے سبھی لوگوں نے آپ سے بیعت کی اور دونوں عورتوں سے آپ نے زبانی بیعت لی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی اجنبی عورت کا ہاتھ نہیں چھُوا۔[۴۳]

قریش کی بے چین صبح

جب اُڑتی ہوئی یہ خبر قریش کے کانوں میں پڑی کہ مدینے سے آنے والے مسلمانوں نے ہمارے خلاف جنگ کرنے کا عزم کیا ہے اور اُس کے لئے محمد ﷺ کے ہاتھ پر اُنھوں نے بیعت کر لی ہے تو وہ صبح صبح اُن کی قیامگاہ پر دَھمک پڑے۔ اُنھوں نے چھوٹتے ہی پوچھا:

اے خزرج سے آنے والو! ہمیں پتہ چلا ہے کہ آپ لوگ ہمارے اِس صاحب (محمد ﷺ) سے ملے تھے تا کہ اُسے ہمارے درمیان سے نکال لے جائیں۔ آپ اُن سے ہمارے خلاف جنگ کرنے کی بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! کسی بھی عرب قبیلے سے جنگ چھڑ جانا ہمیں سخت ناپسند ہے، لیکن آپ کے اور ہمارے درمیان اِس طرح کی جنگ چھڑ جانا ہمیں اور بھی ناپسند ہے۔

وہاں خاندانِ خزرج کے جتنے مشرک لوگ تھے، سب قسم کھا کر صفائی پیش کرنے اور اپنی لاعلمی ظاہر کرنے لگے۔ اُن کا کہنا سچ بھی تھا، کیونکہ اُنھیں کچھ پتہ ہی نہ تھا۔ خزرج کے جو مسلمان حضرات تھے، وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے،

---

[۴۲] سیرۃ ابن ہشام: ۵۲/۲+۵۸، دلائل النبوۃ: ۴۴۶/۲+۴۴۸

=ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ: بنونجّار کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ابواُمامہ اسعد بن زرارہ نے بیعت کی اور عبدالاشہل کہتے ہیں کہ پہلے ابوالہیثم بن تیہان نے بیعت کی[سیرۃ ابن ہشام: ۶۰/۲]

[۴۳] بخاری: ۴۰۹/۳ (حدیث: ۵۲۸۸)، مسلم: ۱۴۸۹/۳ (۱۸۶۶)

پھر قریش کے سردار، عبداللہ بن اُبی کے پاس پہنچے (مدینے کے بت پرستوں کا سردار تھا۔) اور اُس کے سامنے وہ معاملہ رکھا تو اُس نے کہا: یہ اتنا بڑا کام ہے کہ میری قوم مجھے نظر انداز کر کے اوپر ہی اوپر یہ کام نہیں کر سکتی۔ میں نہیں جانتا کہ ایسا کچھ ہوا ہے۔

بعد میں، قریش اِس بات چیت کے بعد واپس تو آ گئے مگر اُن کو اطمینان نہ ہوا۔ وہ برابر ٹوہ میں لگے رہے۔ اُنھیں پتہ چل ہی گیا کہ واقعی ایسا معاملہ ہوا ہے۔ چنانچہ جب خزرج کے لوگ حج کر کے واپس جانے لگے تو اُن لوگوں نے راستے میں بیعت کرنے والوں کا پیچھا کیا اور مکے سے باہر قریب ہی ’اَذاخِر‘ کے مقام پر حضرت سعد بن عُبادہ اور مُنذِر بن عمرو کو جا لیا۔ مُنذر تو بچ نکلے مگر سعد بن عبادہ پکڑے گئے۔ قریش کے لوگوں نے اُن کے ہاتھ گردن سے باندھ دیئے اور اُن کو مارتے پیٹتے اور اُن کے سر کے بال پکڑ کر کھینچتے ہوئے مکے لے گئے۔

لیکن پھر جلد ہی مُطعِم بن عدی اور حارث بن حرب بن اُمیّہ نے بیچ بچاؤ کر کے سعد بن عُبادہ کو اُن ظالموں سے چھڑا لیا، کیونکہ اُن کے تاجر مدینے میں سعد بن عُبادہ کے یہاں قیام کرتے تھے۔

گھر گھر اسلام

بہر حال جب یہ سارے لوگ مدینے آئے تو اسلام کی تبلیغ پر کمر کس لی۔ کھُلّم کھُلّا اِسلام کی اشاعت ہونے لگی۔ مسلمان ہر طرف بت توڑتے پھر رہے تھے۔ اِس کام میں اُن کے جوش و جذبہ کا ٹھکانہ نہ رہا۔ وہ اِس قدر مضبوط اور آزاد تھے کہ مشرکوں سے کسی مزاحمت کی ہمت نہ بن پڑتی تھی۔ اِس طرح گھر گھر اسلام پہنچ گیا۔ دو چار گھروں کو چھوڑ کر انصار کے سارے محلے میں اسلام کا بول بالا ہو گیا۔

جو کام دس برس کے اندر مکے میں انجام نہ پا سکا، وہ دو تین سالوں میں مدینے کی سرزمین پر خوب پروان چڑھا۔ اب اللہ کے رسول ﷺ کی محنت رنگ لا رہی تھی

۔قریش جس اسلام کو ایک قدم چلنے دینا نہیں چاہتے تھے، وہ پانسو کلو میٹر کی دوری پر مدینے میں تیزی سے پھل پھول رہا تھا۔

رسول اللہ ﷺ جن مشکل حالات سے دو چار تھے، مدینے کے انصار چاہتے تھے کہ آپ اُس سے نکل آئیں، دعوت و تبلیغ کے لئے مدینے کی فضا ہموار ہو چکی تھی، لٰھذا مدینہ تبلیغ کا مرکز بھی بن جائے اور آپ کی پناہ گاہ بھی۔

قریش پہلے ہی تاڑ چکے تھے کہ کہیں محمد ﷺ مکے سے نکل کر مدینے نہ پہنچ جائیں اور وہاں جا کر اپنی طاقت نہ بنالیں۔ اِس خدشے کے پیدا ہوتے ہی اُن کی اب بھر پور کوشش یہ تھی کہ کوئی ایک مسلمان بھی مکے سے سَر کنے نہ پائے۔ وہ ہر آنے جانے والے مسلمانوں پر کڑی نگاہ رکھنے لگے۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ محمد ﷺ کی شخصیت میں بلا کی تاثیر ہے اور وہ اپنے سیرت و کردار کے کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔ اگر یہ مکے سے بچ کر نکل گئے تو تمام مدینے پر چھا جائیں گے۔ اوس اور خزرج کا ایک ایک بچہ اُن کا فدائی ہوگا۔ اوس اور خزرج تو پہلے ہی سے جنگجو قوم ہے، لٰھذا ہر ممکن طریقے سے محمد ﷺ اور اُن کے ساتھیوں کی گھیرابندی کی جائے۔

اِدھر مکے میں کمزور مسلمانوں کی جان ہلکان ہو رہی تھی۔ ظلم سہتے سہتے عاجز آ چکے تھے۔ آخر برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ اُنھیں برابر یہ خبر مل رہی تھی کہ مدینے میں مسلمانوں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اَوس اور خَزْرَج جیسا جنگجو قبیلہ اسلام میں داخل ہو رہا ہے۔ مدینے کے مسلمان چین کی بنسی بجا رہے ہیں، کیوں نہ ہم بھی بھاگ کر وہیں پہنچ جائیں۔

رسول اللہ ﷺ کے سامنے بھی یہی صورتِ حال تھی اور پھر اُسی سال بَیعتِ عَقَبہ کے بعد ہی اللہ کی طرف سے ہجرت کا عام حکم بھی آ گیا۔ ہجرت کا حکم پاتے ہی سارے مسلمان مدینے کی تیاری کرنے لگے۔ چھوٹا بڑا، مرد، عورت ہر ایک مدینے کی طرف نکلنے کی سوچ رہا تھا اور پھر دھیرے دھیرے، کافروں کی نظر سے بچتے بچاتے، چھپتے چھپاتے

مسلمان ہجرت کی راہ میں نکل پڑے۔ کافروں نے جب سنا کہ مسلمان مکہ چھوڑ کر مدینے چل پڑے ہیں تو اُن میں کھلبلی مچ گئی۔ وہ مہاجر مسلمانوں کے آگے آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوگئے۔ وہ دل کھول کر ظلم واذیت کی داد لٹانے لگے۔ مرد، عورت، بچے، بوڑھے سب کو اپنے ظلم کا شکار بنا رہے تھے۔ کسی کو پکڑ کر گھر میں قید کر دیتے، کسی کو مارتے مارتے لہولہان کر دیتے، کسی کا سارا مال لوٹ لیتے۔ عجیب دہشت کا ماحول تھا۔ پھر بھی مسلمان اپنی جان پر کھیل کر ہجرت کرتے جا رہے تھے۔ اس طرح ایک اچھی خاصی تعداد مدینے پہنچ ہی گئی۔ قریش بھلے ہی مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے، مگر وہ کسی ایک مسلمان کو بھی اُس کے دین سے بیزار نہ کر سکے اور نہ اسلام کے پھیلتے ہوئے دائرے کو سمیٹ سکے۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اُن سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ اب اُن کی توجہ کا مرکز صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات تھی۔ وہ کسی قیمت پر بھی آپ کی ہجرت سے راضی نہیں تھے۔ وہ ہر تدبیر سے آپ کو مکے کی گھاٹیوں کا پابند بنا دینا چاہتے تھے اور ہر وہ کام کر گذرنے کے لئے تیار تھے جس سے اسلامی تحریک کا خاتمہ ہو جائے۔ چاہے اِس کے لئے محمد ﷺ کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگنا ہی کیوں نہ پڑے۔[۴۴]

ہجرت کی تیاری

دھیرے دھیرے سارے مسلمان مرد ایک ایک کر کے مدینے جا چکے تھے۔ مکے میں صرف وہی لوگ رہ گئے تھے جنھیں کافروں نے پکڑ لیا تھا یا کسی فتنے میں پڑ کر معذور ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی کئی بار ارادہ بنایا اور رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کی اجازت چاہی، لیکن چونکہ آپ کو ہجرت کی ابھی اجازت نہیں تھی، اِس لئے آپ ہر بار یہ کہہ کر ٹال جاتے تھے کہ جلدی مت مچاؤ۔ امید ہے کہ ہجرت کرنے میں اللہ تمھارا کوئی ساتھی بنا دے۔ حضرت ابوبکر کو امید تھی کہ وہ ساتھی آپ ہی ہوں گے۔

---

[۴۴] سیرۃ ابن ہشام: ۲/۶۱، دلائل النبوۃ: ۲/۴۴۹

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں حضرت ابوبکر اور حضرت علی مکے میں رُکے رہے۔ حضرت ابوبکر کو جب یہ امید ہو چلی کہ رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے ساتھ لے کر ہجرت کے لئے نکلیں گے تو اُنھوں نے بہت پہلے ہی دو اونٹنیاں خرید لیں اور اُنھیں اپنے گھر میں لا کر چارہ پانی دینے لگے اور ہجرت کی تیاریاں کرنے لگے۔[۴۵]

دَارُالنَّدْوَہ میں

اُدھر جب قریش نے دیکھا کہ شہر سے باہر رسول اللہ ﷺ کے بہت سارے مددگار اور ساتھی پیدا ہو گئے ہیں اور یہاں اُن کے جو ساتھی تھے، وہ بھی بھاگ بھاگ کر وہیں جا رہے ہیں۔ اُنھیں وہاں پناہ مل رہی ہے اور سارے جانے والے مسلمان ایک جگہ اکٹھا ہو رہے ہیں۔ اِس سے اُنھیں تشویش پیدا ہو گئی کہ یہ سارے مسلمان اُن سے جنگ کے لئے تیار ہو رہے ہیں، چنانچہ اُنھوں نے دارالنّدوہ (قُصی بن کلاب کا گھر، جہاں قریش بیٹھ کر معاملے کا فیصلہ کیا کرتے تھے) میں ایک میٹنگ رکھی کہ رسول اللہ ﷺ کے معاملے میں اُنھیں کیا کرنا چاہیے؟ یہ میٹنگ بیعتِ عَقَبَہ کبریٰ کے ڈھائی مہینے بعد نبوت کے چودھویں سال ۲۶ رصفر بروز جمعرات بلائی گئی۔

ابھی قریش کے لوگ یہاں اکٹھا ہی ہوئے تھے کہ ابلیس ایک بوڑھے بزرگ کے بھیس میں دروازے پر آ دھمکتا ہے۔ وہ ایک موٹی چادر اوڑھے ہوئے دروازے پر کھڑا ہی تھا کہ آنے والے لوگوں نے پوچھا: کون بزرگ ہیں؟

اُس نے کہا: میں نجدی بزرگ ہوں۔ آپ حضرات جس کام کی تیاری کر رہے ہیں، میں نے بھی سن رکھا ہے۔ میں یہاں حاضر آیا ہوں تا کہ آپ کی گفتگو سن سکوں۔ امید ہے کہ میں اپنی رائے اور خیر خواہی سے آپ حضرات کو محروم نہ رکھوں گا۔

لوگوں نے کہا: ٹھیک ہے، آیئے!

---

[۴۵] دلائل النبوۃ: ۲/ ۵۹۳

چنانچہ ابلیس بھی اُن کے ساتھ اندر چلا گیا۔ یہاں قریش کے معزز سردار اکٹھا تھے۔

بنوعبد شمس سے: عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ابوسفیان بن حرب۔

بنونوفل بن عبدمَناف سے: طُعَیمہ بن عدی، جُبَیر بن مُطْعِم اور حارث بن عامر بن نوفل

بنوعبدالدار بن قُصی سے: نضر بن حارث بن کَلدَہ

بنواَسد بن عبدالعُزّٰی سے: ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود بن مطلب اور حکیم بن حزام

بنومِخزوم سے: ابوجہل بن ہشام

بنوسَہم سے: حجّاج کے دونوں صاحبزادے نُبَیہ اور مُنَبّہ،

اور بنوجُمح سے: اُمیّہ بن خَلَف۔[۴۶]

قتل کی سازش

اِن چودہ سرداروں کے علاوہ قریش کے اور بھی بہت سارے لوگ میٹنگ میں شریک تھے۔ اُس دن کا نام اُن لوگوں نے ''یومُ الزّحمۃ'' رکھا تھا۔ اِس میٹنگ میں سب سے پہلے یہ اعلان ہوا کہ محمد ﷺ کے حالات آپ حضرات سے ڈھکے چھپے نہیں۔ جب سے ہمارے اِس شہر سے باہر اُس کے حامیوں کی ایک جماعت اُٹھ کھڑی ہوئی ہے تب سے ہمارے اَمن کو خطرہ لاحق ہوگیا ہے، لھٰذا اس معاملے میں آپ حضرات کوئی ایسی رائے پیش کریں جس پر سب کا اتفاق ہوجائے۔

میٹنگ شروع ہوئی اور لوگ اپنی اپنی رائے پیش کرنے لگے۔

ابوالبختری نے کہا: اُسے بیڑیوں میں جکڑ کر قید میں ڈال دیا جائے پھر انتظار کیجئے کہ اُس کا بھی وہی حشر ہو جو اُس سے پہلے زُہیر اور نابغہ جیسے شاعروں کا ہوا۔ یہاں تک کہ وہ بھی اُن شاعروں کی طرح مر جائے۔

---

[۴۶] دلائل النبوۃ: ۲/۲۹۴-۲۹۶

نجدی بزرگ (ابلیس) نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! یہ کوئی رائے نہیں، اگر آپ حضرات اپنے کہنے کے مطابق اُسے قید کر دیں گے تو ضرور یہ خبر دروازے سے باہر اُس کے ساتھیوں تک پہنچے گی اور وہ جلد ہی آپ پر دھاوا بول دیں گے اور اُسے آپ کے ہاتھوں سے چھُڑا لے جائیں گے اور پھر اُسے پا کر آپ سب پر فخر کریں گے، یہاں تک کہ وہ آپ کے معاملے کو کچل کر رکھ دیں گے۔ یہ کوئی درست رائے نہیں، کچھ دوسرا سوچیے!

پھر وہ لوگ رائے مشورہ کرنے لگے۔ اس بار ابوالاسود ربیعہ بن عامر بولا: ہم اُسے اپنے بیچ سے نکال دیں اور شہر بدر کر ڈالیں۔ جب وہ یہاں سے چلا جائے گا تو اللہ کی قسم! ہمیں پھر پروا نہ ہوگی کہ وہ کہاں گیا اور کیسے رہا؟ اُس کے جانے کے بعد ہم آرام میں رہیں گے۔ پھر ہم اپنے حالات سُدھار لیں گے اور زندگی معمول پر آ جائے گی۔

نجدی بزرگ پھر بول پڑا: نہیں، اللہ کی قسم! یہ کوئی رائے نہیں۔ کیا نہیں دیکھتے، وہ کتنی اچھی اور میٹھی باتیں کرتا ہے اور لوگوں کے دل موہ لیتا ہے؟ اللہ کی قسم! اگر آپ لوگ ایسا کر گذرے تو پھر مطمئن نہ رہنا، کیونکہ وہ عرب کے کسی قبیلے سے جا ملے گا اور اپنی اچھی پیاری باتوں سے اُن پر سکّہ جما لے گا۔ یہاں تک کہ لوگ اُس کے آگے پیچھے کرنے لگیں گے، پھر وہ اُنھیں لے کر آپ لوگوں پر چڑھ دوڑے گا اور آپ کو آپ ہی کے شہر میں روند کر رکھ دے گا اور آپ کا معاملہ آپ کے ہاتھوں سے چھین لے گا، پھر جو جی چاہے گا آپ کے ساتھ سلوک کرے گا۔ اِس کے علاوہ کوئی اور رائے سوچیے!

اب ابوجہل بولتا ہے: اللہ کی قسم! میرے پاس اِس سلسلے میں ایک رائے ہے۔ میرے خیال میں لوگ ضرور اُسے اپنائیں گے۔

لوگوں نے پوچھا: اے ابوالحکم! وہ کون سی رائے ہے؟

اُس نے کہا: میری رائے میں ہم ہر قبیلے سے ایک عزت دار، شریف اور مضبوط جوان لیں اور ہر ایک کو تیز دھار والی ایک ایک تلوار تھما دیں۔ پھر سارے جوان اُس پر پل پڑیں اور ایک ساتھ مل کر ایک ہی وار میں اُس کو مار ڈالیں، پھر چین کی سانس لیں گے۔

جب ایسا ہوگا تو اُس کا خوں بہا سارے قبیلوں میں بٹ جائے گا۔ بنو عبد مناف (رسول اللہ ﷺ کا خاندان) سارے قبیلوں سے اکٹھا جنگ نہیں کرسکیں گے اور خوں بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے تو ہم اُنھیں خوں بہا دے دیں گے۔

اِس رائے کو سن کر نجدی بزرگ بولا: بات وہی ہے جو اس آدمی نے کہی۔ یہ وہ رائے ہے جس کے سوا کوئی رائے نہیں۔ اِس بات سے سب نے اتفاق کرلیا اور میٹنگ برخاست ہوگئی۔

ہجرت کا حکم پا کر

اُدھر میٹنگ برخاست ہوئی اور اِدھر حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر خدا کا حکم سناتے ہیں کہ آپ جس بستر پر سوتے تھے آج رات اُس پر نہ سوئیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ ٹھیک دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر کے گھر کی طرف چلتے ہیں۔ ایک نے آپ کو دور ہی سے دیکھ کر کہا: یہ تو رسول اللہ ﷺ ہیں جو منہ ڈھانپے ہوئے آ رہے ہیں، آپ اِس وقت تو یہاں کبھی نہ آتے تھے۔

حضرت ابوبکر نے کہا: اُن پر میرے ماں باپ قربان! اللہ کی قسم! وہ اس وقت کسی اہم کام سے آ رہے ہیں۔

چنانچہ نبی ﷺ نے قریب آ کر اجازت چاہی۔ اجازت پا کر آپ اندر داخل ہوئے تو ابوبکر سے کہا: یہاں جو لوگ ہیں اُنھیں باہر بھیج دو۔

اُنھوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہاں آپ کے گھر ہی کے لوگ ہیں۔

تب آپ نے کہا: مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔

ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان! میرا، آپ کا ساتھ رہے گا؟

آپ نے کہا: ہاں!

یہ سن کر حضرت ابوبکر کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو چھلک پڑے اور وہ رونے

لگے، پھر ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! آپ اِن دونوں سواریوں میں سے کوئی ایک لے لیجے، میں نے اِنھیں آج ہی کے دن کے لئے تیار کر رکھا تھا۔

آپ نے فرمایا: قیمت دے کر لوں گا۔

پھر حضرت ابوبکر کی دونوں صاحبزادیاں (حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما) ضروری سامانِ سفر کی تیاری میں لگ گئیں اور چمڑے کے ایک برتن میں کھانے کا بھی انتظام کر دیا گیا۔[۴۷]

اُس کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے گھر واپس آ گئے تا کہ مشرکین کو آپ پر کسی قسم کا کوئی شبہ نہ ہو اور اُنھیں آپ کے پروگرام کی ذرہ برابر بھَنک نہ لگنے پائے، چنانچہ جب رات کا اندھیرا پھیل گیا تو قریش کے گیارہ بڑے سردار رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر اکٹھا ہوئے، جن کے نام یہ ہیں:

- ابوجہل بن ہشام
- حَکَم بن ابوالعاص
- عُقبہ بن ابومُعَیط
- نَضر بن حارث
- اُمیّہ بن خَلَف
- زَمعہ بن اَسود
- طُعَیمہ بن عَدِی
- ابولہب
- اُبی بن خَلَف
- نُبَیہ بن حَجّاج
- مُنَبَّہ بن حَجّاج [۴۸]

---

[۴۷] بخاری: ۴/ ۵۷ (حدیث: (۵۸۰۷)

[۴۸] زادالمعاد: ۴/ ۶۹، ۷۰

علی، نبی کے بستر پر

یہ لوگ اِس انتظار میں تھے کہ نبی ﷺ کب سوئیں کہ ہم اُن پر حملہ کر دیں۔
رسول اللہ ﷺ نے جب قریش کے اُن سرداروں کو اپنے مکان کے پاس دیکھا تو علی سے کہا:

''میری اِس سبز حضرمی چادر کو اوڑھ کر میرے بستر پر سو جاؤ، سو جاؤ! کیونکہ تمھیں اُن کی طرف سے کوئی ناپسندیدہ چیز نہیں پہنچے گی''۔

رسول اللہ ﷺ اُسی چادر کو اوڑھ کر سویا کرتے تھے۔ جب یہ لوگ آپ کے دروازے پر اکٹھا تھے تو ابوجہل آپ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہہ رہا تھا:

''بے شک محمد سمجھتے تھے کہ اگر تم لوگ اُس کے حکم کی پیروی کر لو گے تو عرب وعجم کے بادشاہ ہو جاؤ گے، پھر مرنے کے بعد تمھیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو اُرْدَن کے باغ کی طرح تمھیں باغ ملے گا اور اگر پیروی نہ کی تو تمھاری ہلاکت ہوگی، پھر تمھیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو تمھیں آگ میں ڈال دیا جائے گا جس میں تم لوگ جلو گے''۔

آپ کے پاس مکے والوں کی جو امانتیں تھیں، اُسے علی کو سونپ دیا اور کہا کہ صبح ہر ایک کو اُس کی امانت لوٹا دینا۔ پھر آپ اپنی مٹھی میں مٹی لے کر اُن کے سامنے سے نکلے۔ اُس وقت آپ ابوجہل کو اشارہ کر کے کہہ رہے تھے کہ:

''میں وہ بات اب بھی کہتا ہوں، تو اُن جلنے والوں میں سے ایک ہے''۔

مگر وہ آپ کو دیکھ نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی نگاہوں کو ناکارہ کر دیا تھا۔ آپ ہر ایک کے سر پر مٹی ڈال رہے تھے اور سورۂ یٰسٓ کی اِن آیتوں کو پڑھ رہے تھے:

یسٓ ۔ حکمت بھرے قرآن کی قسم ۔ بے شک تم رسولوں میں
سے ایک ہو ۔ سیدھے راستے پر ہو ۔ یہ قرآن غالب رحمت والے کا
اُتارا ہوا ہے ۔ تاکہ تم اُس قوم کو ڈراؤ جن کے باپ دادا کو ڈرایا گیا تو
وہ غفلت میں پڑے رہے ۔ یقیناً اُن میں سے اکثر لوگوں پر بات
پوری اُتری ۔ بے شک ہم نے اُن کی گردنوں میں ٹھڈی تک بیڑیاں
ڈال دیں تو وہ سر جھکا نہیں سکتے ۔ اور ہم نے اُن کے آگے پیچھے روک
لگا کر اُنھیں ڈھانپ دیا تو وہ دیکھ نہیں پائیں گے ۔ [یٰس:۱-۹]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِن آیتوں سے فارغ ہوئے تو کوئی ایسا نہ بچا تھا جس کے سر پر آپ نے خاک نہ ڈالی ہو، پھر آپ نے حضرت ابوبکر کے گھر کا رخ کیا۔ اتنے میں کسی دوسری طرف سے ایک آدمی اُن کے پاس آ کر پوچھتا ہے: آپ لوگ یہاں کس کے انتظار میں ہیں؟

وہ بولے: محمد کے انتظار میں ہیں۔

اُس نے کہا: اللہ تمھیں رسوا کرے! وہ تو اللہ کی قسم تمھارے سامنے سے نکل کر گئے اور تم میں سے ہر ایک کے سر پر خاک بھی ڈالتے گئے اور اپنے کام سے چلتے بنے۔ تمھارے ساتھ جو کچھ ہوا، اُسے دیکھتے نہیں؟

تب ہر ایک نے اپنا سر ٹٹولا تو وہاں مٹی نکلی، پھر وہ جھانک کر دیکھنے لگے تو حضرت علی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھے سو رہے تھے تو وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! یہ محمد سو رہے ہیں۔ اپنی چادر بھی اوڑھے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ صبح تک وہیں رُکے رہے۔ جب حضرت علی بستر سے اٹھے تو اُنھیں دیکھ کر وہ بولے کہ جس آدمی نے ہم سے بیان کیا تھا، اُس نے سچ ہی کہا تھا۔

گھر سے غار تک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۷ رصفر کو رات کے وقت کافروں کے بیچ سے نکل کر سیدھے

حضرت ابوبکر کے گھر پہنچے، پھر وہاں سے اُنھیں ساتھ لے کر غارِ ثور کی طرف نکل پڑے جو جنوب میں یمن کی سمت پر واقع تھا۔

گھر سے نکلتے وقت حضرت ابوبکر نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو ہدایت دی کہ دن میں چل پھر کر دیکھنا کہ لوگ ہمارے بارے میں کیا تبصرہ کررہے ہیں، پھر شام کے وقت ہمیں دن بھر کی خبر دینا اور اپنے غلام عامر بن فُہیرہ کو کہا کہ تم بکریاں چراتے ہوئے شام کے وقت غار کے پاس آجایا کرنا۔

آپ کی صاحبزادی حضرت اسماء، شام کے وقت آپ دونوں کے موافق کھانا پہنچا دیا کرتیں۔ چلتے وقت یہاں ایک مشرک گائیڈ کو بھی کچھ پیسے دے کر ساتھ لے لیا تھا جس کا نام عبداللہ بن اُرَیقط یا اُرَ قَط تھا۔

چلتے چلتے کبھی حضرت ابوبکر، رسول اللہ ﷺ کے آگے ہوجاتے اور کبھی پیچھے آجاتے۔ آپ نے اُن سے پوچھا: یہ کیا معاملہ ہے؟

اُنھوں نے عرض کیا: جب میں پیچھے ہوتا ہوں تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں آگے سے کوئی آپ پر حملہ نہ کردے اور جب آگے آتا ہوں تو ڈرتا ہوں کہ کوئی پیچھے سے حملہ نہ کردے۔ (بس اِسی ڈر سے آگے پیچھے ہو رہا ہوں۔)[۴۹]

دوست کی جاں نثاری

گھر سے غارِ ثور تقریباً بارہ (12.96) کلومیٹر کی دوری پر تھا۔ پہنچتے پہنچتے رات ہوگئی تھی۔ غار کے قریب پہنچ کر حضرت ابوبکر نے کہا: پہلے میں اندر جاکر دیکھتا ہوں تاکہ کوئی درندہ یا سانپ ہو تو مجھی کو نقصان پہنچے اور آپ محفوظ رہیں، چنانچہ اندر گھس کر غار کو صاف کرنے لگے، کہیں کوئی موذی چیز تو یہاں نہیں۔ غار کا جائزہ لیتے وقت ایک طرف اُنھیں ایک سوراخ نظر آیا تو اپنی ازار پھاڑ کر اُسے بند کردیا۔ پھر دو سوراخ اَور نظر آئے تو

---

[۴۹] البدایہ والنہایہ: ۲/۷/۲۲۳

اُنھوں نے اُن دونوں پر اپنے تلوے رکھ دیئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ تشریف لائیں!

اُس کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنا سر حضرت ابوبکر کی گود میں رکھ کر سو گئے۔ اتنے میں سانپ نے حضرت ابوبکر کے پاؤں کو ڈس لیا۔ لیکن آپ نے یہ سوچ کر دَم سادھ لیا کہ کہیں میرے ہلنے جلنے سے رسول اللہ ﷺ بیدار نہ ہو جائیں، مگر اُن کے آنسو رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر ٹپکنے لگے جس سے آپ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے پوچھا: کیا ہوا، ابوبکر؟ اُنھوں نے کہا: سانپ نے ڈس لیا۔ آپ پر میرے ماں باپ قربان!

تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعابِ دہن لگا دیا تو اُن کی تکلیف جاتی رہی۔ (اور زہر کا اثر بھی)۔[۵۰]

چھان بین

اِدھر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر غار میں پناہ لے رہے تھے اور اُدھر قریش کے کافر بوکھلائے ہوئے حضرت ابوبکر کے گھر کی طرف دوڑے، کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ اُن کے چنگل سے صاف بچ نکلے تو وہ گھبرا اٹھے کہ اب اُنھیں کہاں تلاش کیا جائے؟ معلوم نہیں کدھر نکل گئے؟ لیکن وہ حضرت ابوبکر کے گھر کی طرف یہ سوچ کر بڑھے کہ اگر کوئی سراغ مل سکتا ہے تو ابوبکر کے گھر سے ہی، کیونکہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے گہرے دوست تھے۔ ممکن ہے کہ وہ کوئی کھوج خبر ابوبکر کے گھر میں چھوڑ گئے ہوں۔

چنانچہ اِس غرض سے قریش کے کچھ لوگ حضرت ابوبکر کے گھر کی طرف لپکے جس میں ابوجہل پیش پیش تھا۔ جب یہ لوگ دروازے پر پہنچے تو حضرت ابوبکر کی صاحبزادی حضرت اسماء نکلتی ہیں۔ اُنھوں نے پوچھا: اے ابوبکر کی بیٹی! تمھارے والد کہاں ہیں؟

اُنھوں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ میرے والد کہاں ہیں؟

یہ سن کر آوارے خبیث ابوجہل نے ہاتھ اٹھا کر اُن کے منہ پر اِس زور کا تھپڑ مارا کہ

---

[۵۰] مشکوٰۃ: ۱۷۰۰/۴ (حدیث: ۶۰۲۵)

اُن کے کان کی بالی ٹوٹ کر گر پڑی۔[۵۱]

لمحۂ فکریہ

اب تک کی پوری سرگذشت پڑھ لینے کے بعد ایک عام ذہن کا انسان بھی اچھی طرح محسوس کر سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش کے خلاف وہ کون سا خطرناک قدم اٹھایا تھا جس کی وجہ سے وہ آپ کی جان کے دشمن ہو گئے تھے۔

کیا اِس لئے کہ آپ نے بتوں کے خلاف نعرہ بلند کر دیا تھا اور ایک اللہ کی عبادت کا پروگرام لے کر کھڑے ہو گئے تھے؟

کیا اِس لئے کہ آپ قریش کے سرداروں کے مقابلے میں اپنا سکہ جمانے کے لئے سیاست کر رہے تھے؟

یا اِس لئے کہ اُنھیں خطرہ ہو چلا تھا کہ محمد ﷺ مدینے پہنچ کر بہت جلد جنگ چھیڑ دیں گے؟

لیکن رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے یہ بالکل ظاہر تھا کہ وہ سرداری اور حکومت جیسی کسی سستی چیز کی خواہش لے کر نہیں اٹھے تھے، کیونکہ قریش نے جب بھی اِس قسم کی کوئی پیشکش آپ کے سامنے رکھی تھی تو آپ نے اُسے ٹھکرا دیا تھا۔قریش آپ کو اپنا سردار تسلیم کرنے کو بھی راضی ہو گئے تھے۔ پھر یہ جان کی دشمنی کیونکر؟

اگر اُنھیں یہ اندیشہ ہو چلا تھا کہ محمد ﷺ اگر مکے سے بچ کر نکل گئے تو بہت جلد ہمیں خونریز جنگ کا سامنا کرنا ہوگا تو یہ بھی صرف اُن کی بددماغی کا نتیجہ تھا، کیونکہ اُنھیں رسول اللہ ﷺ کے کردار پر کبھی کسی طرح کا کوئی شک نہ تھا۔ ہزار دشمنی کے باوجود وہ آپ کی خوبیوں کے گن گاتے اور آپ کی شرافت کو سلام کرتے تھے، پھر اچانک یہ ذہن کیسے بن گیا کہ محمد ﷺ اُن کے شہر پر دھاوا بول دیں گے اور اُنھیں دن دہاڑے لوٹ لیں گے۔

---

[۵۱] سیرۃ ابن ہشام: ۲/ ۱۰۱

ہاں! یہ کافر جس طرح گھٹیا سوچ اور گندے کردار کے مالک تھے اور اپنی طاقت کا غلط استعمال کررہے تھے، اُسی طرح اُنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی ذات پر بھی شک و شبہ کرنا شروع کردیا تھا، کیونکہ آدمی اپنے ہی احوال پر سب کو قیاس کرتا ہے۔

کیا یہ کوئی جرم ہے کہ ایک شخص نظریات وعقائد سے لے کر کردار واخلاق کی اصلاح کا بیڑہ اٹھائے اور اپنے گردوپیش کی دنیا سے ہٹ کر ایک نئے دین کی تحریک چلائے جو سراسر خیر و سلامتی پر مبنی ہو؟! مذہبی آزادی تو انسان کا پیدائشی حق ہے۔ انسان بالکل آزاد ہے، چاہے جو مذہب اختیار کرے اور دوسروں کو اُس کی دعوت دے۔ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ قریش بھی اپنی بت پرستی کی تحریک عام کردیتے اور اسلام کے مقابلے میں لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت سے متنفر کرکے بتوں کی خدائی کے آگے ڈال دیتے۔ آخر بت پرستی کے اِس مذہب میں وہ کیا خامی تھی جس کی وجہ سے خود اُنہی کے ماں باپ، بھائی بہن، دوست، عزیز اور رشتے دار سب بیزار ہو ہوکر اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔

اُن کے اندر مذہب بیزاری کا ماحول کیسے بننے لگا؟

صدیوں سے جن ذہنوں پر بت پرستی کی چھاپ تھی، کیوں مٹنے لگی؟

باپ دادا سے چلی آرہی بت پرستی کی حکومت کیوں ڈگمگانے لگی؟

یقیناً اسلام کی صورت میں اُنھیں سکون اور فائدے کی کوئی چیز مل گئی تھی۔

کیا لوگوں کو سکون بانٹنے والا انسانیت کا دشمن قرار پائے گا؟

بھلائی اور فائدے کی باتیں کرنے والا شہر کا مجرم ثابت ہوگا؟

اصل میں رسول اللہ ﷺ سے حد درجہ دشمنی کی وجہ صرف اتنی تھی کہ قریش کے بڑے بڑے لوگ جو معاشرے میں عزت دار بھی تھے اور قبیلے کے سردار بھی۔ اُنھیں اِس بات سے بڑی شرم آتی تھی کہ اپنی آنکھوں کے سامنے پرورش پانے والے ایک جوان کو ہم ''نبی'' مان لیں۔

یہ سمجھ کر وہ زبردست غلط فہمی کے شکار ہو گئے تھے کہ محمد ﷺ ہمارے بتوں کے

سر پر ہتھوڑے تو برسا ہی رہے ہیں، ساتھ ہی ساتھ ہم جیسے عزت داروں کی کھلی توہین بھی کررہے ہیں۔ بتوں سے زیادہ اُنھیں اپنی اَنا کی فکر تھی۔اُن کی اَنا کو مسلسل شدید جھٹکے لگ رہے تھے۔اسلام جیسے جیسے بڑھ رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ جوں جوں مقبول ہورہے تھے، اُنھیں اپنی عزت و سرداری کی بلند، مضبوط عمارت ہلتی نظر آنے لگی۔ظاہر ہے، ایسے نازک وقت میں بے چارہ انسان بغض، عناد، کینہ، دشمنی، جھنجھلاہٹ اور گھبراہٹ جیسی بیماریوں کا شکار ہو ہی جائے گا۔بس قریش کے اِنھیں غلط جذبات نے اُنھیں غلط راستے پر ڈال دیا۔ اُن کی منفی سوچ نے اُنھیں تباہ کرکے رکھ دیا۔آخرکار اُن کا بغض زیادہ دنوں تک چھپا نہیں رہ سکا اور اُن کی دشمنی بے قابو ہوگئی تھی اور وہ آپ کی جان کے دشمن بن گئے۔وہ آپ کے قتل کی سازش کرکے اطمینان محسوس کررہے تھے، لیکن جب اُن کی سازش ناکام ہوگئی تو وہ اپنا سر پیٹ کر رہ گئے اور پوری طرح دہشت گردی پر اتر آئے۔

چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ اُن کے ہاتھ سے نکل گئے تو وہ آپ کا پتہ لگانے کے لئے سیدھے حضرت ابوبکر کے مکان پر پہنچے اور جب وہاں بھی آپ کا سراغ نہ ملا تو حضرت اسماء پر تشدّد کرتے ہوئے آگے بڑھے اور دور دور تک گھوم پھر کر دیکھا، مگر آپ کا کہیں کچھ پتہ نہ چل سکا، البتہ ایک جگہ اُنھیں قدموں کے کچھ نشان نظر آئے۔وہ اُنہی نشانات کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ابھی غارِ ثَور سے دو سو گز کی دوری پر ہی تھے کہ نشان ختم ہوگئے۔ خیال گذرا کہ کہیں اِس غار میں تو چھپے ہوئے نہیں؟ اُن میں ماہر سراغ رساں ''سراقہ بن مالک بن جُعشَم مُدلجی'' بھی تھے۔(جو بعد میں مسلمان ہوگئے تھے۔) اُنھوں نے کہا: اِس پتھر تک تو قدم کے نشان ملتے ہیں، پھر اُس (محمد ﷺ) نے اپنا قدم کہاں رکھا، نہیں معلوم؟! ساتھ کے جوانوں نے کہا: رات کی طرح پھر غلطی نہ کر جانا، پھر صبح کہو گے کہ غار میں ذرا جھانک کر دیکھو!

آہٹ پا کر حضرت ابوبکر گھبرا گئے اور آپ سے کہنے لگے: اللہ کی قسم! مجھے اپنا غم نہیں! مجھے تو آپ کی فکر ہے، میری آنکھوں کے سامنے کہیں آپ کو کچھ ہو نہ جائے۔

اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے ابوبکر ڈرو نہیں، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔

چنانچہ جب کافر غار کے قریب پہنچے تو اُنھیں غار کے منہ پر مکڑی کے جالے لگے ہوئے نظر آئے۔ جالے دیکھ کر وہ رک گئے اور بولے: اگر اندر کوئی گیا ہوتا تو غار کے دہانے پر یہ جالے نہ ہوتے۔

پھر وہ لوگ اُس پہاڑ پر چڑھ کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بڑھنے لگے، یہاں تک کہ وہ لوگ غار کے دہانے کے قریب سے بھی اِس طرح گذرے کہ اُن کے پاؤں غار کے دہانے کے سامنے تھے، پھر بھی وہ لوگ آپ دونوں کو نہ دیکھ سکے۔ اِس پر حضرت ابوبکر نے کہا: اگر اُن میں سے کوئی بھی اپنے پاؤں کے نیچے نظر ڈالتا تو وہ ہمیں اپنے پاؤں کے نیچے پاتا۔

تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! تمھارا اُن دو کے بارے میں کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔ [۵۲]

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اپنے رسول ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ چنانچہ آپ دونوں نے اُس غار میں تین راتیں بسر کیں: جمعہ، سنیچر اور اتوار۔ [۵۳]

سو اونٹنیوں کے لالچ میں

جب کافر ہر طرح سے ہار گئے اور اُنھیں ہزار کوششوں کے باوجود رسول اللہ ﷺ کا کوئی سراغ نہ مل سکا تو اُنھوں نے شہر میں ہر طرف اعلان کرا دیا کہ جو محمد (ﷺ) اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو زندہ پکڑ کر لائے گا، اُسے ہر ایک کے بدلے سو اونٹنیوں کا انعام دیا جائے گا۔

یہ خبر سُراقہ بن مالک بن جُعشُم کے کانوں میں بھی پڑی۔

ایک دن وہ اپنی قوم کے ساتھ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آ کر بتاتا ہے کہ

---

[۵۲] سیرۃ ابن کثیر: ۲/۲۳۹-۲۴۳

[۵۳] فتح الباری: ۷/۳۳۶

اے سراقہ ! ابھی ابھی میں نے ساحل پر کچھ سائے لہراتے ہوئے دیکھے ہیں ۔ میرا خیال ہے کہ وہ محمد ﷺ اور اُس کے ساتھی ہوں گے ۔

سراقہ تو سمجھ گئے کہ وہ محمد ﷺ اور اُن کے ساتھی ہی ہیں، مگر اُنھوں نے اُس شخص کو آنکھ سے چپ رہنے کا اشارہ کیا اور بات بناتے ہوئے کہا کہ وہ فلاں خاندان کے لوگ ہیں جو ابھی یہاں سے گذرے ہیں، اُنھیں کسی گمشدہ کی تلاش ہے ۔

سراقہ نے یہ بات اِس لئے کہی تھی کہ کوئی دوسرا انعام کے لالچ میں اُدھر نہ نکل جائے ۔ کچھ دیر سراقہ وہیں بیٹھے رہے، پھر اٹھے اور اپنے گھر آ گئے ۔ گھر آ کر اُنھوں نے اپنی زرہ پہنی ، نیزہ سنبھالا اور گھوڑے پر سوار ہو کر خاموشی سے نکل پڑے ۔ چلتے چلتے اُنھوں نے فال کے تیر اپنے تَرکش سے نکال کر فال دیکھی تو فال اُن کی خواہش کے خلاف نکلی ۔ فال کے تیر پر لکھا ہوا تھا کہ: اُسے (محمد ﷺ) نقصان نہیں پہنچ سکتا‘‘ ۔ مگر سو اونٹنیوں کے انعام کے لالچ میں وہ رسول اللہ ﷺ کو پکڑ کر قریش کے حوالے کرنا چاہتے تھے ۔

چنانچہ اُنھوں نے آپ کا پیچھا کیا ۔ گھوڑا سرپٹ دوڑا جا رہا تھا کہ اچانک وہ پھسلا اور سراقہ اُس کی پیٹھ سے اچھل کر دور جا گرے ۔

اُنھوں نے سوچا کہ یہ کیا بات ہوئی ؟!

پھر فال نکال کر دیکھی تو اِس بار بھی اُن کی خواہش کے خلاف فال نکلی ۔ تیر پر لکھا ہوا تھا: ’’اُسے نقصان نہیں پہنچ سکتا‘‘ ۔

اُنھوں نے کہا: میں تو پیچھا کر کے رہوں گا ۔

دوبارہ گھوڑے کو ایڑ لگائی ، گھوڑا سرپٹ دوڑ رہا تھا کہ اچانک وہ پھسلا اور سراقہ اچھل کر دور جا گرے ۔ اُنھوں نے پھر سوچا: یہ کیا بات ہوئی ؟!

تیسری مرتبہ پھر فال کھول کر دیکھی تو اِس بار بھی اُن کی خواہش کے خلاف فال نکلی ۔ تیر پر لکھا ہوا تھا: ’’اُسے نقصان نہیں پہنچ سکتا‘‘ ۔

اُنھوں نے پھر کہا کہ میں تو پیچھا کروں گا ۔

چنانچہ اُنھوں نے پھر گھوڑے کو ایڑ لگائی اور آپ کے پیچھے نکل پڑے، یہاں تک کہ اُنھیں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر دکھائی پڑ گئے۔ اُن کا گھوڑا تیزی سے آپ دونوں کے قریب بڑھ رہا تھا۔ اُس وقت رسول اللہ ﷺ قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے کہ سراقہ کے کان میں آپ کی تلاوت کی آواز پڑنے لگی۔ رسول اللہ ﷺ سیدھے بیٹھے ہوئے تھے، جبکہ حضرت ابوبکر بار بار پیچھے مڑ کر دیکھے جا رہے تھے کہ اچانک گھوڑا بدکا اور اُس کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنستے چلے گئے اور سُراقہ اچھل کر دور جا گرے۔ پھر وہ اٹھ کر اپنی گرد جھاڑنے لگے۔ گھوڑا ابھی اپنے پاؤں نکال رہا تھا۔ جب وہ سیدھا کھڑا ہو گیا تو جہاں اُس کے پاؤں دھنسے تھے وہاں سے غبار اٹھنا شروع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے دھویں کی طرح آسمان پر چھا گیا۔

تب سُراقہ کو ہوش آیا کہ رسول اللہ ﷺ کو میری پہنچ سے بچا لیا گیا ہے اور بہت جلد اُن کا معاملہ غالب آ جائے گا۔ پھر اُنھوں نے پکار کر کہا:

''میں سُراقہ بن جُعشَم ہوں۔ آپ لوگ مجھے بات کرنے کا موقع دیجیے۔ اللہ کی قسم نہ میں آپ کو شک میں ڈالوں گا نہ آپ میری طرف سے کوئی ناپسندیدہ بات دیکھیں گے''۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر سے کہا: اُس سے پوچھو! وہ کیا چاہتا ہے؟

سُراقہ نے کہا: آپ کی قوم نے آپ کے سَر سو اونٹنیوں کا انعام رکھا ہے، پھر اُنھوں نے آپ کو ساری بات بتا دی۔ اُنھوں نے آپ کو زادِ راہ اور سامان پیش کیے، لیکن آپ نے کچھ نہ لیا صرف اتنا کہا کہ ہماری اطلاع کسی کو نہ دینا۔

پھر سُراقہ نے خواہش ظاہر کی کہ وہ مجھے ایک امان نامہ لکھ کر دے دیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر نے اُنھیں امان نامہ لکھ کر حوالے کر دیا۔[۵۵]

---

[۵۴] بخاری: ۳/۶۹ (حدیث: ۳۹۰۶)، سیرۃ ابن کثیر: ۲/۲۴۷ - ۲۴۸، سیرۃ ابن ہشام: ۲/۱۰۲-۱۰۳ ...... بخاری کی روایت میں ہے کہ وہ امان نامہ چمڑے کا تھا جسے عامر بن فُہیرہ نے لکھ کر دیا تھا۔

[۵۵] سیرۃ ابن ہشام: ۲/۱۰۵، تاریخ الطبری: ۱/۳۸۱، بخاری: ۳/۷۰ (حدیث: ۳۹۰۶)

کافروں کی یہ تدبیر بھی اُلٹ گئی۔ اُنھوں نے سُراقہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سراغ لگانے اور آپ کو گرفتار یا قتل کرکے اسلامی تحریک کا خاتمہ کرنے بھیجا تھا۔ لیکن اب وہی سُراقہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس طرح حفاظت کرنے لگے کہ کوئی آپ کا بال بیکا نہ کرسکا۔ سُراقہ وہیں آس پاس جمے رہتے جب بھی کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں اُدھر آنکلتا تو وہ کہتے اِدھر ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے آگے پیچھے گھوم پھر کر دیکھ لیا ہے، وہ یہاں نہیں ہیں۔

قُبا میں قیام

آخر کار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے چلتے دوپہر کے قریب قُبا کی بستی میں پہنچ گئے۔ یہ ربیع الاوّل کا مہینہ اور سوموار کا دن تھا۔[۵۵]

جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، وہ حضرت ابوبکر کو اللہ کا رسول سمجھ کر مبارک باد پیش کرنے لگے، مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوپ لگنے لگی تو حضرت ابوبکر اپنی چادر پھیلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کرنے لگے۔ تب لوگوں نے سمجھا کہ اللہ کے رسول یہ ہیں۔

قُبا میں بنوعمرو بن عوف کے یہاں دس دنوں سے زیادہ آپ کا قیام رہا۔ یہاں آپ نے ایک مسجد (مسجدِ قُبا) کی تعمیر کی۔

اُدھر مکے میں جب حضرت علی ساری امانتیں بانٹ چکے تو وہاں سے مدینے کے لئے پیدل چل پڑے۔ لیکن جب اُن کا گذر قبا سے ہوا تو وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ ملے۔

پھر آپ نے جمعہ کے دن وہاں سے مدینے کا رُخ کیا۔ بنوسالم بن عوف کے علاقے میں پہنچے تو جمعہ کا وقت ہوگیا۔ آپ نے وہیں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ جمعہ میں ایک سو (۱۰۰) لوگوں نے شرکت کی تھی۔ یہ مدینے میں پہلا جمعہ پڑھا گیا تھا۔[۵۶]

---

[۵۵] تاریخ الیعقوبی: ۲/۴۱، مُروج الذہب: ۲/۲۸۱ تاریخ خلیفہ بن خیّاط: ۵۵

[۵۶] سیرۃ ابن ہشام: ۲/۱۰۶، بخاری: ۳/۷۰ (حدیث: ۳۹۰۶)

عرب کا چاند مدینے میں

مدینہ شہر میں لوگ شدّت سے آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ جب آپ کی اونٹنی شہر میں داخل ہوئی تو پوری فضا نعرۂ توحید سے گونج اٹھی۔ ہر طرف سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہو رہی تھی۔ لوگ سبحان اللہ، الحمد للہ کے نغموں سے آپ کا استقبال کر رہے تھے۔ کیا مرد، کیا عورت، کیا بچے، کیا بوڑھے، سب کے چہروں پر خوشی کھیل رہی تھی۔ انصار کی لڑکیاں دَف بجا بجا کر یہ گیت گا رہی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ
اَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

چودھویں کا چاند نکلا...... وَداع کی گھاٹیوں سے۔
اللہ کے داعی نے جو کچھ دعوت دی، اُس کا شکر ادا کرنا ہم پر واجب ہے۔
اے ہمارے درمیان نبی بن کر آنے والے!...... تو ایسا معاملہ لے کر آیا جو ماننے لائق ہے۔[۵۷]

گویا آپ کی آمد سے در و دیوار جگمگا اُٹھے۔ ہر طرف رونق ہی رونق نظر آ رہی تھی۔ جاں نثاروں کا ایک ہجوم ٹوٹا پڑتا تھا۔ یہ خوبصورت منظر بس دیکھنے کے قابل تھا۔ مکے میں جس قدر آپ کے ساتھ دشمنی نکالی گئی اور آپ کو ستایا گیا، اُس سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر مدینے والوں نے محبت اور جاں نثاری کا برتاؤ کیا۔ قریش والوں نے آپ پر اپنے ہی وطن کی زمین تنگ کر دی تھی، لیکن اجنبی شہر میں آپ کا دل کھول کر خیر مقدم کیا گیا۔ ہر مسلمان یہ خواہش رکھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر قیام فرمائیں، لیکن اللہ کے حکم سے آپ کی اونٹنی جس جگہ بیٹھی، وہاں سے جس کا مکان قریب پڑتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اُسی کو اپنی قیام گاہ

---

[۵۷] دلائل النبوۃ: ۲۶۶/۵، البدایۃ والنہایۃ: ۱۹۱/۷

تجویز کیا اور یہ سعادت، خوش نصیب صحابیِ رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی تھی۔

اسلام کو جس قدر دبانے اور مٹانے کی کوشش کی گئی، وہ اتنا ہی زیادہ پھلا پھولا۔ مکے میں کسی مسلمان کو ایک وقت کی نماز پڑھنا دشوار تھا، مگر مدینے میں مسلمانوں نے ایک مسجد ہی تعمیر کر ڈالی جہاں کھل کر وہ پانچوں وقت کی نمازیں ادا کر رہے تھے۔

یہ مسجد رسول اللہ ﷺ نے اُسی جگہ تعمیر کی تھی جہاں آپ کی اونٹنی پہلی بار بیٹھی تھی۔ یہ سَہل اور سُہَیل نام کے دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی جسے آپ نے قیمت دے کر خریدا اور پھر اُس جگہ مسجد تعمیر ہوگئی۔ اِس مسجد کی تعمیر میں آپ خود بھی اینٹ اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔[۵۸]

رسول اللہ ﷺ کی یہ مسجد صرف پنجوقتہ نماز کے لئے عبادتخانہ نہ تھی، بلکہ آپ نے اِسے اسلامی تحریک کا مرکز بنایا تھا، جہاں لوگ آ آ کر اسلام قبول کرتے تھے اور دین کی باتیں سیکھتے تھے۔ کچھ ہی عرصے میں پورا مدینہ اسلامی ماحول میں رنگ گیا۔ کچھ ہی قبیلے ایسے رہ گئے تھے جو اپنے شرک پر اَڑے رہے۔

پھر یہاں سے اسلامی تعلیمات کا ایک ایسا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا جس نے پوری اُمت کی تقدیر ہی بدل کر رکھ دی۔

دشمن آگ بگولہ

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جانثار ساتھی مکے میں تیرہ سال تک کافروں کے ظلم سہتے رہے۔ مصیبتیں اٹھاتے رہے اور ہر طرح کی اذیتیں برداشت کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کو اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینے جانا پڑا۔ اب تو کافروں کا کلیجہ ٹھنڈا ہو جانا چاہئے تھا، مگر عجیب بات ہوئی کہ مسلمان مکہ چھوڑ کر مدینے ہجرت کیا کر گئے کہ اُن کافروں کے تَن بدن میں آگ لگ گئی، رسول اللہ ﷺ محفوظ طریقے سے

[۵۸] سیرۃ ابن ہشام: ۲/۱۰۹-۱۱۰، بخاری: ۳۰/۱۷ (حدیث: ۳۹۰۶)

مدینے کیا پہنچے کہ قریش بدلے کی آگ میں سلگ اُٹھے۔ اُنھوں نے اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کی اِس ہجرت کو اپنی ذلت اور شکست سمجھ لیا۔ چنانچہ اُنھوں نے مدینے میں اَوس اور خزرج کے مشرکوں اور اُن کے سردار ''عبداللہ بن اُبی'' کو ایک دھمکی آمیز خط لکھا کہ:

تم لوگوں نے ہمارے صاحب (محمد ﷺ) کو پناہ دے رکھی ہے۔ بے شک ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ تم اُسے جان سے مار ڈالو یا اُسے اپنے شہر سے نکال باہر کرو، ورنہ ہم سب اکٹھا تم پر حملہ کریں گے، پھر ہم تمھارے جنگجوؤں کو مار ڈالیں گے اور تمھاری عورتوں کو ہتھیا لیں گے''۔

خط پڑھ کر عبداللہ بن اُبی اور اُس کے مشرک ساتھی بھڑک اٹھے اور نبی ﷺ سے جنگ کرنے کے لئے اکٹھا ہونے لگے۔ نبی ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ اُن سے ملے اور اُنھیں سمجھایا کہ:

''قریش کی جو دھمکیاں تمھیں ملی ہیں۔ وہ تمھیں اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتیں جتنا تم اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کر رہے ہو کہ (جنگ کر کے) اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو''۔

نبی ﷺ کی یہ بات اُن کی سمجھ میں آ گئی اور وہ چھَٹ گئے۔[۵۹]

کیونکہ اگر عبداللہ بن اُبی اور اُس کے ساتھی مسلمانوں سے جنگ کرتے تو اُن مسلمانوں میں اوس اور خزرج کے وہ انصار بھی شامل ہوتے جو اُنہی کے اپنے بھائی بیٹے اور رشتہ دار ہوتے۔ اِس طرح وہ جنگ کر کے اپنے ہی خاندان کا خون کرتے۔

رسول اللہ ﷺ نے بڑی حکمت سے اِس شورش کو دبایا اور قریش کی اِس خطرناک چال کو ناکام کر دکھایا۔

---

[۵۹] سنن ابی داوٗد: ۱۵۶/۳ (حدیث: ۳۰۰۴)

دوہری مصیبت

مگر عبداللہ بن اُبی کو کسی طرح گوارہ نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ مدینے میں چین سے رہیں، کیونکہ مدینے میں آپ کی آمد سے پہلے اَوس اور خزرج کے بت پرستوں نے عبداللہ بن اُبی کو اپنا سردار تسلیم کرلیا تھا اور کچھ دنوں میں اُس کی تاج پوشی کی شاہی رسم ادا ہونے والی تھی۔ ٹھیک اُسی وقت رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینے تشریف لے آتے ہیں۔ آپ کی آمد سے اُس کا سارا پروگرام چوپٹ ہو کر رہ گیا۔ یہ دیکھ کر وہ جَل بھُن اٹھا۔ مرتا کیا نہ کرتا، اُس نے مسلمانوں کا بھیس بنالیا اور زندگی بھر منافقت کرتا رہا، بلکہ اُس نے اپنے ہمجولیوں کی ایک ٹولی بنالی اور خود اُن کا سردار بن بیٹھا۔ اندر اندر قریش کے مشرکوں سے ساز باز کر لی اور ہر لمحہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی فکر میں رہنے لگا۔

مکے میں رسول اللہ ﷺ کو صرف قریش کے مشرکوں سے خطرہ تھا، مگر مدینے میں آنے کے بعد دوہری مصیبت کا سامنا تھا۔ یہاں مشرکینِ مکہ کی زہریلی چالوں کے علاوہ مسلمانوں کے بھیس میں چھپے ہوئے منافقوں کی گندی پالیسیوں سے بھی جوجھنا تھا۔

قریش کے خطرناک ارادے

قریش کے دھمکی آمیز خط کے کچھ دنوں بعد، قبیلۂ اوس کے سردار حضرت سعد بن مُعاذ، عمرہ کے ارادے سے مکے گئے۔ مکے میں اُمیّہ بن خلف سے اُن کا دوستانہ تھا۔ وہ جب مکے جاتے تو اُمیّہ بن خلف کے یہاں ٹھہرتے اور جب اُمیّہ مدینے آتا تو حضرت سعد بن معاذ کے یہاں رُکتا۔ چنانچہ معمول کے مطابق اِس بار بھی حضرت سعد بن معاذ، اُمیّہ کے یہاں ٹھہرے۔ بگڑے ہوئے حالات کے پیشِ نظر اُنھوں نے اُمیّہ سے کہا: ''دیکھنا، کوئی تنہائی کا موقع ہو تو میں کعبے کا طواف کرلوں''۔

چنانچہ دوپہر کے قریب اُمیّہ اُنھیں لے کر نکلا۔ وہاں اُن کی ملاقات ابوجہل سے ہوگئی۔

اُس نے پوچھا: اے ابوصفوان! (اُمیّہ بن خلف) یہ کون آپ کے ساتھ ہے؟

اُس نے جواب دیا: سعد۔

ابوجہل نے اُن سے کہا: میں تو دیکھ رہا ہوں کہ تم مکے میں بڑے آرام سے طواف کر رہے ہو جبکہ تم لوگوں نے مدینے میں بے دینوں (مسلمانوں) کو پناہ دے رکھی ہے اور تم لوگوں نے یہ بھی طے کر رکھا ہے کہ مکے سے جانے والے مسلمانوں کی مدد کرو گے اور اُنھیں سہارا دو گے۔ اللہ کی قسم! اگر تم اِس وقت ابوصفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو تم اپنے بال بچوں میں بچ کر واپس نہیں جا پاتے۔

حضرت سعد نے بھی کڑی آواز میں اُسے جواب دیا: اللہ کی قسم! اگر تم مجھے طواف کرنے سے روکو گے تو میں تمھارے اُس تجارتی راستے کو بند کر دوں گا جو مدینے سے ہو کر شام کی طرف جاتا ہے۔ یہ تمھارے لئے اُس (طواف میں رکاوٹ ڈالنے) سے زیادہ مہنگا پڑے گا۔[٦٠]

مسلمانوں کو ملیا میٹ کرنے کی دَھمکی

قریش کی نیت درست نہیں تھی۔ وہ مدینے جانے والے مسلمانوں پر آگ بگولہ تھے اور اُنھیں جان سے مارنے اور جڑ سے اکھاڑ پھینکنے پر تلے ہوئے تھے۔ وہ اندر اندر مدینے پر حملے کی تیاری کر رہے تھے، بلکہ اُنھوں نے مسلمانوں کو باقاعدہ کہلا بھیجا تھا کہ:

''تم مغرور نہ ہو جانا کہ مکہ سے صاف بچ کر نکل آئے، ہم
یثرب (مدینے) ہی پہنچ کر تمھارا ستیاناس کر دیتے ہیں''۔[٦١]

یہ جان کر رسول اللہ ﷺ کو بڑا صدمہ پہنچا کہ قریش اب بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے ہیں اور اُن کی جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ اِس اندیشے سے کہ کہیں قریش رات میں حملہ نہ کر دیں، آپ راتوں کو سوتے نہ تھے۔

---

[٦٠] بخاری: ۸۱/۳ (حدیث: ۳۹۵۰)

[٦١] رحمۃ للعلمین: ۱۰۳/۱

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ مدینے آنے کے بعد رات میں جاگ رہے تھے۔ (اور حضرت عائشہ آپ کے پہلو میں تھیں۔) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! خیریت تو ہے؟

آپ نے فرمایا: کاش میرے اصحاب میں سے کوئی اچھا آدمی آج رات پہرہ دیتا۔

اتنے میں ہمیں ہتھیار کی جھنکار سنائی پڑی۔

آپ نے پوچھا: کون ہے؟

جواب آیا: سعد بن ابی وقّاص۔

رسول اللہ ﷺ نے اُن سے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟

اُنھوں نے جواب دیا: میرے دل میں اللہ کے رسول ﷺ کے تعلق سے خوف پیدا ہوگیا، لھٰذا میں اُن کی پہریداری کرنے آیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اُنھیں دعا دی، پھر سوگئے۔ میں نے نیند میں آپ کے خراٹے سنے۔[٦٢]

یہ چند راتوں کا معاملہ نہ تھا، بلکہ ایک عرصے تک آپ پہرے داری میں سویا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ دشمنوں سے آپ کی جان کو کوئی خطرہ نہیں، تب آپ نے پہرہ اُٹھادیا۔

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کی پہریداری کی جاتی تھی، یہاں تک کہ یہ آیت: ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾[المائدۃ:٦٧] نازل ہوئی۔ یعنی

---

[٦٢] بخاری:٢/٣٧(حدیث:٣٩٠٦)(حدیث:٢٨٨٥)
مسلم:٤/١٨٧٥(حدیث:٢٤١٠)
مسند الامام احمد:٧/٢٠٣(24569)، تفسیر ابن کثیر:٣/١٣٠

اللہ آپ کو جان کے دشمنوں سے بچائے گا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے خیمے سے اپنا سر نکال کر صحابہ سے کہا:

''اے لوگو! واپس جاؤ۔ اللہ نے مجھے بچالیا ہے''۔[٦٣]

یہی کیفیت مدینے کے تمام مسلمانوں کی ہو چکی تھی۔ اُن کی راتوں کی نیندیں اُڑ گئی تھیں۔ اگر اُنھیں سونا ہوتا تو ہتھیار باندھ کر سوتے۔

حضرت اُبی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ اور صحابہ جب مدینے آئے اور انصار نے اُنھیں پناہ دی تو تمام عرب اُن سے لڑنے کے لئے ایک ہو گئے۔ صحابہ صبح تک ہتھیار باندھ کر سویا کرتے تھے''۔[٦٤]

جنگ کی اجازت کب اور کیوں؟

اِن حالات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اُس وقت مسلمانوں میں خوف کی ایک لہر دوڑ رہی تھی۔ مکے میں تو اُنھیں اذیتوں اور مصیبتوں سے گذرنا ہوتا تھا، مگر یہاں اُن کی جان پر بن آئی تھی۔ جنگ کا ماحول بن رہا تھا، نجانے قریش اُن پر کب حملہ کر دیں؟ عرب کے تمام قبیلے اُن کے اتحادی ہو گئے تھے۔ اُن کے دلوں میں جنگ کی چنگاری پھوٹ پڑی تھی۔ ایسے حالات میں اِس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اگر مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھی اور جنگ چھڑی تو مسلمان بھی آگے بڑھ کر مقابلہ کریں اور ہونے والی بربادیوں سے خود کو بچانے کے لئے جنگ کی مصیبت برداشت کریں۔ یہی موقع تھا، جبکہ مسلمانوں کو باقاعدہ جنگ کی اجازت مل گئی اور قرآن کی آیت نازل ہوئی:

﴿اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ ﴾[الحج:٣٩]

(اُنھیں جنگ کی اجازت ہے جن پر جنگ تھوپی جائے،

---

[٦٣] ترمذی: ٢٥١/٥ (حدیث: ٣٠٤٦)

تفسیر الطبری: ٦/٤: ٣٠٨، تفسیر ابن کثیر: ١٣١/٣

کیونکہ اُن پر ظلم ہوا ہے اور بے شک اللہ ضرور اُن کی مدد کر سکتا ہے۔)

یہی وہ پہلی آیت ہے[٦٥] جس میں جنگ کی اجازت اِس شرط کے ساتھ دی گئی کہ جب دشمن جنگ کی تیاری کریں اور تم پر حملہ آور ہونا چاہیں تو یہ سراسر ظلم ہے۔لھٰذا اِس ظلم کے خلاف تم بھی جنگ کرو۔

جنگ ٹالنے کی احتیاطی تدبیریں

یہ معلوم ہو چکا تھا کہ مکے میں بتوں کے پجاری مدینے کے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں، جیسا کہ اُنھوں نے ایک خط کے ذریعے اِس کا اعلان کر دیا تھا اور مسلمانوں کو دھمکی بھی دے رکھی تھی ،لھٰذا رسول اللہ ﷺ نے جنگ کی خطرناک پوزیشن کو محسوس کرتے ہوئے چاہا کہ کچھ ایسی تدبیریں اور حکمتیں اختیار کی جائیں جن سے جنگ کی مصیبت ٹل جائے۔

اِس سلسلے میں آپ کا پہلا قدم یہ تھا کہ قریش کے تجارتی قافلے مدینے کے جس راستے سے گذر کر شام کی طرف جاتے ہیں، اُس راستے کو قریش پر بند کر دیا جائے۔ چنانچہ جب خبر آتی کہ قریش کا کوئی تجارتی قافلہ مدینے کے راستے سے گذرنے والا ہے تو آپ کچھ لوگوں کی ایک ٹکڑی اُس طرف روانہ کر دیتے تا کہ تجارتی قافلے کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی جائے ،جس سے گھبرا کر یا تو وہ اِدھر آنا بند کر دیں یا صلح کر لیں۔

اگر قریش اِس طرف آنا بند کر دیتا ہے تو اُس کی تجارت اور معیشت پر بڑا خراب اثر پڑے گا اور جب معیشت ہی برباد ہو جائے گی تو اُس کے لئے جنگ بہت بھاری ثابت ہوگی ،اُس کی برباد معیشت اُسے جنگ کی اجازت نہیں دے گی۔

---

[٦٤] المستدرک:٢/٤٣٤ (حدیث:٣٥١٢)،اسباب نزول القرآن:٣٣٨-٣٣٩،لباب النقول:١٦٠

[٦٥] حضرت ابوبکر، ابن عباس،عروہ بن زبیر،زید بن اسلم،مُقاتِل بن حیّان،ابن جُرَیج ،قَتادہ اورضحّاک کے نزدیک...... جامع البیان:١٠/١٧٢-١٧٣،تفسیر ابن کثیر:٥/٤٣٣،الوسیط:٣/٢٧٣

اور اگر وہ اپنی معیشت اور تجارت کو برباد ہونے دینا نہیں چاہتا تو پھر صلح پر مجبور ہو جائے گا۔

دوسری طرف اِس چھیڑ چھاڑ کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ اگر قریش کا تجارتی قافلہ بھاگنے پر مجبور ہو گیا تو مدینے کے مسلمانوں کی ایک دَھمک ہو جائے گی، پھر وہ مکے کے کمزور مسلمانوں کو ستانے اور اسلام کی راہ میں روڑہ ڈالنے کی جرأت نہیں کریں گے۔

یہ تھا رسول اللہ ﷺ کا سیاسی تدبر اور حکیمانہ پالیسیاں۔ وہ مار دھاڑ اور خون خرابے کے قائل نہ تھے، بلکہ وہ ایک ''خاموش انقلاب'' لانے کی فکر میں تھے۔

چھاپا مار ٹکڑیاں

(۱) سَرِیّہ حمزہ بن عبدُ المُطَّلِب — رمضان ۱ھ

۳۰ مہاجرین نے حضرت حمزہ کی سرکردگی میں ۳۰۰ قریشیوں کے تجارتی قافلہ پر چھاپا مارا، جس کا قافلہ سالار ابو جہل تھا۔

(۲) سَرِیّہ عُبَیدہ بن حارِث — شوال ۱ھ

۶۰ مہاجرین نے حضرت عبیدہ بن حارث کی سرکردگی میں ۲۰۰ قریشیوں کے تجارتی قافلہ پر چھاپا مارا۔ قافلہ سالار ابوسفیان تھا۔

(۳) سَرِیّہ سعد بن ابو وَقّاص — ذیقعدہ ۱ھ

۲۰ مہاجرین نے حضرت سعد بن ابو وقاص کی سرکردگی میں قریشیوں کے تجارتی قافلے پر چھاپا مارا۔

(۴) غَزْوَۂ اَبْوَاء — صفر ۲ھ

۷۰ مہاجروں کو ساتھ لے کر خود رسول اللہ ﷺ قریش کے تجارتی قافلے کو چھیڑنے نکلے۔ اِسے ''غزوۂ وَدّان'' بھی کہا جاتا ہے۔

یہ رسول اللہ ﷺ کا پہلا غزوہ ہے۔

(۵) غزوۂ بُواط ربیع الاول ۲ھ

۲۰۰ مہاجروں کو ساتھ لے کر خود رسول اللہ ﷺ قریش کے تجارتی قافلے کو چھیڑنے نکلے۔ قافلہ سالار اُمیّہ بن خَلَف جُمَحِی تھا۔ کسی چھیڑ چھاڑ کے بغیر ہی واپس آنا پڑا۔

مدینے میں دہشت گردوں کا ہلّہ

(۶) غزوۂ سَفوان یا غزوۂ بدرِ اُولیٰ

مسلمانوں نے قریش کے جن تجارتی قافلوں پر چھاپے مارے۔ اُن میں سے کسی میں بھی لڑائی نہ ہوئی۔ نہ خون خرابہ ہوا اور نہ لوٹ پاٹ، کیونکہ ایسا کچھ مقصد ہی نہ تھا۔ اُنھیں تو صرف ڈرانا، دھمکانا اور جنگ سے باز رکھنا تھا۔

لیکن ربیع الاوّل ۲ھ میں ''کُرز بن جابِر فِہرِی'' مشرکوں کی ایک ٹولی لے کر مدینے کی چراگاہ میں گھس آیا، اُسے تہس نہس کر کے مویشیوں کو لوٹ لے گیا۔

رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا تو ۷۰ مہاجروں کے ساتھ بدر کے قریب وادی سَفوان تک اُس کا پیچھا کیا، مگر وہ نکل بھاگا۔ اُسے غزوۂ سَفوان کے علاوہ غزوۂ بدرِ اُولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔

(۷) غزوۂ ذُوالعُشَیرۃ جُمادی الاولیٰ، جُمادی الآخرۃ ۲ھ

۱۵۰ یا ۲۰۰ مہاجروں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ قریش کے تجارتی قافلے کو چھیڑنے نکلے۔ جب مقامِ ذُوالعُشَیرہ پر پہنچے تو پتہ چلا کہ قافلہ تو کچھ دنوں پہلے ہی یہاں سے شام کی طرف جا چکا ہے۔[۶۶]

---

[۶۶] الطبقات الکبریٰ: ۲/۳+۶، سیرۃ ابن ہشام: ۲/۲۰۳+ ۲۱۳، تاریخ الطبری: ۲/۴۰۲+۴۰۸، تاریخ الیعقوبی: ۲/۶۶+ ۶۹، کتاب المغازی: ۱/۹+۱۲

جنگوں کا بنیادی سبب

رجب ۲ھ میں رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن جَحش کو ۸ یا ۱۲ آدمیوں کے ساتھ ''بطنِ نَخلَہ'' کی طرف بھیجا جو مکہ اور طائف کے درمیان واقع ہے۔ چلتے وقت آپ نے عبداللہ بن جحش کو ایک خط دے کر کہا کہ اِسے دو دن کے بعد کھولنا، پھر اُس کے مطابق حکم جاری کرنا اور اپنے کسی ساتھی پر دباؤ مت ڈالنا، چنانچہ عبداللہ بن جحش نے دو دن کی مسافت طے کرنے کے بعد خط کھول کر دیکھا۔ اُس میں لکھا تھا:

> ''جب تم میرے اِس خط کو پڑھنا تو ''مقامِ نَخلَہ'' پر جا کر پڑاؤ ڈالنا، جو مکہ اور طائف کے درمیان واقع ہے۔ وہاں قریش کی ٹوہ لینا اور ہمیں اُن کے حالات سے آگاہ کرنا''۔

خط پڑھنے کے بعد، رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے، حضرت عبداللہ بن جَحش اپنے ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھے اور مقامِ نَخلَہ پر پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا۔

پھر وہاں سے تجارتی سامانوں سے لدا ہوا قریش کا ایک قافلہ گذرا جس میں: عَمر و بن حَضرَمی، عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ مَخز ومی، اُس کا بھائی نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مَخز ومی اور حَکَم بن کیسان مولیٰ ہشام بن مغیرہ بھی تھے۔ قافلہ والے مسلمانوں کو دیکھ کر سہم گئے جو اُنھی کے پاس پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ حضرت عُکّاشہ بن مِحصَن اَسَدی نے سر منڈا کر اُن لوگوں پر ظاہر کیا کہ وہ عمرہ کے ارادے سے مکے جا رہے ہیں۔ جب کافروں نے اُنھیں دیکھا تو اطمینان ہوا، کہنے لگے کہ: وہ عمرہ (زیارتِ کعبہ) کے ارادے سے جا رہے ہیں، لھٰذا تمھیں اُن سے کوئی خطرہ نہیں۔

مسلمانوں نے مشورہ کیا کہ اُن کے ساتھ کیا کرنا چاہئے۔ وہ رجب کا مہینہ تھا۔ مسلمانوں نے کہا کہ اگر آج رات تم اُنھیں چھوڑ دو گے تو وہ ضرور محفوظ رہیں گے اور اگر اُنھیں قتل کرو گے تو حرمت والے مہینے میں اُن کا قتل ہوگا (جبکہ اس مہینے میں جنگ اور

قتل حرام ہے۔) پھر اُن لوگوں نے جرأت سے کام لیا اور اُن پر حملہ کرنے کی ٹھان لی کہ جسے قتل کر سکو تو قتل کر دو اور اُن کا سامان لوٹ لو۔ اتنے میں حضرت واقدِ بن عبداللہ تمیمی نے عَمرُو بن حَضرَمی کو تیر مار کر قتل کر دیا۔ عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان قیدی بنا لئے گئے اور نوفل بن عبداللہ بھاگ نکلا۔

عبداللہ بن جحش اور اُن کے ساتھی قافلے کا لوٹا ہوا سامان اور دو قیدی لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔

رسول اللہ ﷺ (اس واقعے سے ناراض ہوکر) بولے:

''میں نے حرمت والے مہینے میں جنگ کرنے کی تمھیں اجازت نہیں دی تھی''۔

رسول اللہ ﷺ نے لوٹے ہوئے مال اور قیدیوں کو لینے سے انکار کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ کی باتیں سن کر وہ لوگ بہت غمگین ہوئے اور یقین کر لیا کہ اب تو وہ ہلاک ہو گئے۔

اُنھوں نے جو کچھ کیا دھرا تھا اُس پر مسلمانوں نے اُنھیں بہت برا بھلا کہا کہ:

تم لوگوں نے ایسا کام کر ڈالا کہ جس کی تمھیں اجازت نہ تھی۔

تم لوگوں نے حرمت والے مہینے میں جنگ کی، جبکہ تمھیں جنگ کی اجازت نہیں تھی۔[٦٧]

اِس پورے واقعے میں جو بات سب سے زیادہ واضح ہے، وہ یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش اور اُن کے ساتھیوں کو کبھی بھی قریش کے اُس تجارتی قافلے پر حملہ کرنے اور اُنھیں لوٹنے کا حکم نہیں دیا تھا، کیونکہ آپ نے اُنھیں جو خط دے کر روانہ کیا تھا۔ اُس میں بس اتنا ہی لکھا تھا کہ ''مقامِ نَخلَہ'' پر جا کر جاسوسی کرنا اور ہمیں قریش کے حالات سے آگاہ کرنا۔

---

[٦٧] تاریخ طبری: ٢/٤١٠+٤١٢، الطبقات الکبریٰ: ٢/٧، سیرۃ ابن ہشام: ٣/٢١٣+٢١٦، کتاب المغازی: ١/١٣+١٥

دوسری طرف جب حضرت عبداللہ بن جحش اور اُن کے ساتھیوں نے اپنی رائے سے قافلے پر حملہ کیا اور عمرو بن حضرمی کو قتل کر کے قافلہ لوٹ لیا تو اُس سے رسول اللہ ﷺ بہت زیادہ ناراض ہوئے اور قافلے کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا اور کہا کہ میں نے تمھیں ہرگز ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

تیسری طرف مسلمان بھی اِس واقعے پر سخت برہم ہوئے اور حضرت عبداللہ بن جحش اور اُن کے ساتھیوں کی بڑی مذمّت کی۔

اِس صورتِ حال سے بالکل واضح ہے کہ قریش کے اُس تجارتی قافلے پر حملے اور حَضرَمی کے قتل کی ساری ذمہ داری حضرت عبداللہ بن جحش اور اُن کے ساتھیوں کے سر جاتی ہے۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ اور اُن کے ساتھی اِس حادثے میں کسی طرح ملوث نہیں، بلکہ وہ اِس حادثے سے ناراض اور غمگین تھے۔

یہیں سے یہ حقیقت بھی اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے اُن مسلمانوں کو تلوار دے کر اِس لئے نہیں بھیجا تھا کہ قافلے پر حملہ کرو یا قافلہ والوں کو تلوار دِکھا کر مسلمان بناؤ، بلکہ اُنھیں صرف اور صرف جاسوسی کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ قتل و غارت گری کی اُنھیں اجازت نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان جو قیدی بنا لئے گئے تھے، قریش سے اُن کا خوں بہا لے کر اُنھیں رِہا کر دیا اور جب دونوں رِہا ہو گئے تو اُن میں سے حکم بن کیسان، رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر مسلمان ہو گئے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی ٹھہر گئے، یہاں تک کہ ''بئرِ مَعُونَہ'' کی جنگ میں شہید ہوئے۔[۶۸]

وہ کیا وجہ تھی کہ حکم بن کیسان مسلمان ہو گئے تھے، جبکہ اُنھیں لوٹا گیا تھا۔ اُن کے ساتھی کو مارا گیا تھا اور خود اُنھیں قیدی بنا لیا گیا تھا؟

ظاہر ہے کہ جب اُنھوں نے رسول اللہ ﷺ اور اُن کے ساتھیوں کا حسنِ سلوک دیکھا اور اُن پر مسلمانوں کی حقیقت کھلی کہ یہ لوگ لوٹ پاٹ کرنے والے نہیں، جو کچھ

---

[۶۸] تاریخ الطبری: ۲/۴۱۳، الطبقات الکبریٰ: ۲/۷

ہوا تھا وہ ایک اتفاق تھا، بلکہ وہ لوگ اپنے آپ کو خطرے سے نکالنے اور ایک بڑے مقصد کو پانے کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہیں تو وہ مسلمان ہو گئے۔

حکم بن کیسان کو تلوار کے زور پر مسلمان نہیں کیا گیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو اُن کے ساتھی عثمان بن عبداللہ کو بھی زبردستی مسلمان بنالیا گیا ہوتا، جبکہ اُن دونوں ہی کو خوں بہا لے کر رِہا کر دیا گیا تھا۔ اب وہ آزاد تھے۔ اُن پر کسی طرح کا کوئی دباؤ نہ تھا۔ پھر بھی حکم بن کیسان نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کرلیا۔

سَرِیّہ حمزہ بن عبدُ المُطَّلِبْ سے لے کر سَرِیّہ عبداللہ بن جَحْش تک جتنی بھی چھاپا ماریاں ہوئیں، وہ صرف اور صرف اِس لئے تھیں کہ قریش کے کافر کسی طرح ڈر کر اور گھبرا کر مسلمانوں کا پیچھا چھوڑ دیں۔ خود بھی چین سے رہیں اور مسلمانوں کو بھی چین سے رہنے دیں۔ اُن کے درمیان جنگ نہ چھڑنے پائے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی چھاپا ماری (سَرِیّہ) میں کچھ بھی جانی اور مالی نقصان نہ ہوا، مگر اتفاق سے سَرِیّہ عبداللہ بن جحش میں عمرو بن حضرمی مارا گیا اور پورے قریش میں ''انتقام کی آگ'' بھڑک اُٹھی۔

حضرمی کا یہی وہ قتل تھا جس نے جنگوں کا دروازہ کھول دیا۔[٦٩]

قریش کے کافروں سے یہ تین جنگیں لڑی گئیں:

- جنگ بَدْر رمضان ۲ھ
- جنگ اُحُد شوال ۳ھ
- جنگ خَنْدَق شوال ۵ھ

کافروں کی یہ تینوں جنگیں، انتقامی جنگیں تھی اور مسلمانوں کو اپنے دفاع کے لئے آخر کار تلوار اُٹھانی پڑی۔

رسول اللہ ﷺ جنگوں کے ذریعے کافروں کے جارحانہ اور خونیں انتقام کا دفاع بھی کرتے جاتے تھے اور اسلام کی دعوت و تبلیغ بھی۔ بہت سے وہ لوگ جو اِن جنگوں میں

[٦٩] تاریخ الطبری: ۲/۴۲۰

پیغمبرِ اسلام ﷺ سے لڑنے اور اُن کے مشن کا خاتمہ کرنے کے لئے آئے تھے، بعد میں وہی لوگ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے مشن ''اسلام'' کے محافظ اور رسول اللہ ﷺ کے جانثار بن گئے۔ کفر نے اِس راہ میں بہت روڑے ڈالے، مگر اُنھیں ہر دفعہ ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ تیر اور بھالے، تلوار اور خنجر لے کر بھی دوڑے جس کے نتیجے میں کئی جنگیں بھی برپا ہوئیں، مگر ایک طویل کشمکش کے بعد اُنھیں بازی ہارنی پڑی۔ اُنھوں نے اپنی جانیں بھی گنوائیں اور اپنا مال بھی لٹایا، پھر بھی وہ اسلامی تحریک کے امڈتے ہوئے سیلاب کو کسی طرح نہ روک سکے۔ اُن کی اپنی اولاد، بھائی بہن، ماں باپ، بلکہ گھر کا گھر مسلمان ہوتا جاتا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے بت پرستی کا خون ہوتے دیکھ رہے تھے، مگر سوائے نفرت کا تھوک اُگلنے کے کچھ اور نہ بن پڑتا تھا۔

صُلحِ حُدَیْبِیَہ [☆]

پیغمبرِ اسلام ﷺ کا بے مثال تاریخی انقلاب

مسلمان، کافروں کو پھوٹی آنکھ نہ بھاتے تھے۔ اِدھر اُدھر سے لوگ آتے اور آرام سے کعبے کی زیارت اور طواف کر کے رخصت ہو جاتے، مکہ والوں کو ذرا بھی اعتراض نہ ہوتا، مگر جب مسلمانوں نے یہی ارادہ بنایا تو اُن کے لئے مکے کی ہر گلی تنگ ہو گئی۔

چنانچہ جنگ خندق کے ٹھیک ایک سال بعد ذیقعدہ ۶ھ میں رسول اللہ ﷺ عمرہ کے ارادے سے چودہ، پندرہ سو صحابۂ کرام (مہاجرین و انصار) کے ساتھ مکے روانہ ہوتے ہیں۔ آپ کے ساتھ قربانی کے ستّر اونٹ بھی تھے۔ جب آپ مقامِ ''عُسفان''

[☆] مکہ کے قریب ایک بستی ہے جہاں حُدَیْبِیَہ نام کا ایک کنواں تھا، اُسی کنویں کے نام پر اُس بستی کا نام حُدَیْبِیَہ پڑ گیا۔ یہیں ببول کا وہ مشہور درخت بھی تھا جس کے نیچے بیعتِ رضوان ہوئی تھی۔

[النہایہ: ۱/۳۴۹، معجم البلدان: ۱/۲۲۹، لسان العرب: ۱/۳۰۲، تاج العروس: ۲/۲۴۷، فتح الباری: ۵/۲۵۲، عمدۃ القاری: ۱۴/۶]

(جُحفہ اور مکہ کے درمیان) پر پہنچے تو حضرت بسر بن سفیان کعبی آپ سے ملے، اُنھوں نے بتایا: یارسول اللہ! قریش کو آپ کی روانگی کی اطلاع مل چکی ہے۔ وہ اپنی عورتوں اور بچوں کے ساتھ باہر نکل پڑے ہیں۔ اُنھوں نے چیتے کی کھال پہن رکھی ہے اور مقامِ ذی طُویٰ'' (مکے سے قریب ایک جگہ) پر پڑاؤ ڈال چکے ہیں۔ وہ اللہ کی قسم کھارہے ہیں کہ آپ اُن کے شہر میں ہرگز داخل نہ ہوں اور خالد بن ولید اپنا لشکر لے کر مقامِ کُرَاعِ الغَمِیم (مکہ اور مدینہ کے درمیان عُسفان سے آٹھ میل آگے ایک وادی) تک بڑھ آیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

افسوس قریش پر! جنگ نے اُنھیں کھوکھلا کر دیا ہے۔ اگر یہ میرے اور تمام عرب والوں کے بیچ سے نکل جائیں تو کیا حرج ہے؟ اگر وہ (عرب والے) مجھے جڑ سے اکھاڑ پھینکیں تو اِن (قریش) کی مراد برآئے گی اور اگر اللہ مجھے اُن لوگوں پر غالب کردے تو یہ سب کے سب مسلمان ہوجائیں۔ اگر یہ ایسا نہیں کرتے تو پھر لڑیں اور اُنھیں قوت پہنچائیں۔ قریش کس گمان میں ہیں؟! اللہ کی قسم! اللہ نے مجھے جو کچھ دے کر بھیجا ہے، میں اُس کے لئے (جہاد) کرتا رہوں گا، یہاں تک کہ اللہ اُسے غالب کردے یا موت مجھے لے لے۔[۷۰]

محتاط راستہ

پھر آپ نے فرمایا: کوئی ایسا آدمی ہے کہ جس راستے میں وہ لوگ ہیں، اُس کے علاوہ کسی دوسرے راستے سے ہمیں لے چلے؟

قبیلۂ اسلم کا ایک شخص بولا: میں ہوں، یارسول اللہ!

---

[۷۰] سیرۃ ابن ہشام: ۳/۳۲۷-۳۲۸، تاریخ الطبری: ۲/۶۲۰+۶۲۳،
بخاری: ۲/۱۲۸ (حدیث: ۴۱۵۲-۴۱۵۴)، بخاری: ۲/۲۷۹ (حدیث: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲)

چنانچہ وہ آدمی، گھاٹیوں کے درمیان سخت پتھریلے راستے سے اُن سب کو لے کر چلا۔ یہ راستہ مسلمانوں کے لئے بڑا دشوار تھا۔ جب وہ اُس راستے سے نکل کر وادی کے باہر، نرم ہموار زمین کی طرف آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اُنھیں داہنی طرف اُس راستے سے چلنے کو کہا جو ''وادیِ مُرَار'' کو جاتا ہے۔ مسلمانوں کا لشکر جب اُس راستے سے آگے بڑھا تو خالد بن ولید کے لشکر نے دوسرے راستے پر (جس راستے سے مسلمانوں کا لشکر چلا آرہا تھا) اُڑتا ہوا غبار دیکھا تو گھوڑے دوڑا کر قریش کی طرف بھاگ آیا۔

رسول اللہ ﷺ جب ''وادیِ مُرَار'' میں پہنچے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی، لوگوں نے اونٹنی کو کہا: چل، چل تو اونٹنی اَڑ گئی۔ لوگوں نے کہا: قَصْواء (اونٹنی کا نام) نے چلنے سے انکار کر دیا۔

نبی ﷺ نے جواب دیا: نہ تو قصواء نے چلنے سے انکار کیا ہے اور نہ ہی اُس کی ایسی کوئی عادت ہے۔ ہاں اُسے ہاتھی کو روکنے والے (اللہ) نے روکا ہے۔ [☆]

پھر آپ نے فرمایا: اُس ذات کی قسم! قریش مجھ سے ایسے طریقے کی درخواست کریں جس میں اللہ کی مقدس چیزوں کی تعظیم ہو تو میں اُن کی اُس درخواست کو منظور کرلوں گا۔ [۱۷]

پھر آپ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور آگے چل پڑی یہاں تک کہ آپ مقامِ حدیبیہ کے قریب ایک چھوٹے تالاب کے پاس اترے جس میں تھوڑا سا پانی تھا وہ بھی تھوڑا تھوڑا کر کے سارا پانی لوگوں نے اُس سے نکال لیا۔ پھر رسول اللہ کے پاس پیاس کی شکایت کی گئی تو آپ نے اپنی کمان سے ایک تیر نکال کر حکم دیا کہ اُسے تالاب میں گاڑ دیں۔

[☆] ابرہہ جب کعبہ ڈھانے کے لئے ہاتھیوں کا لشکر لے کر آیا تھا تو اللہ نے راستے ہی میں اُن ہاتھیوں کو بٹھا دیا۔ لشکر نے لاکھ اٹھانے کی کوشش کی مگر وہ نہ اُٹھے۔

[۱۷] سیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۳۳۸ - ۳۳۹، تاریخ الطبری: ۲/ ۶۲۳ - ۶۲۴

بخاری: ۲/ ۲۷۹ (حدیث: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲)

ناجِیَہ بن جُندُب نے اُسے لے جا کر گاڑ دیا۔ یہ اونٹوں کے ہانکنے والے تھے۔

چنانچہ پانی ابل پڑا اور ابلتا ہی رہا، یہاں تک اُس کے آس پاس اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ بھی پانی سے اتنی بھر گئی کہ اُنھیں وہاں بیٹھنے سے روک دیا گیا، پھر سارے لوگ وہاں سے سیراب ہو کر لوٹے۔[۷۲]

رسول اللہ ﷺ اِس سفر میں جنگ کے ارادے سے نکلے ہی نہ تھے، اِس لئے آپ ہر اُس راستے سے بچنا چاہتے تھے جس میں جنگ ہو جانے کا اندیشہ تھا، چنانچہ آپ سیدھے اور آسان راستے سے مکے کی طرف نہیں بڑھے، کیونکہ اُس راستے پر خالد بن ولید حملے کے لئے تیار کھڑے تھے، لھٰذا آپ گھوم پھر کر، ٹیڑھے میڑھے، سخت پتھریلے راستے سے آگے بڑھے تا کہ جنگ کا خطرہ نہ رہے۔

خون خرابے سے بچنے اور امن وامان قائم کرنے کے لئے آپ نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ آج قریش کی ہر بات ماننے کو میں تیار ہوں۔

قریش کی ہٹ دھرمی

رسول اللہ ﷺ جب کچھ دیر سُستا لئے تو ''بُدَیل بن وَرقاء خُزاعی'' قبیلۂ خُزاعہ [☆] کے کچھ لوگوں کے ساتھ حاضر ہوا اور بولا: میں ابھی خاندانِ کعب بن لُؤی اور خاندانِ عامر بن لُؤی سے مل کر آ رہا ہوں۔ وہ حدیبیہ میں اُس جگہ پڑاؤ ڈال چکے ہیں جہاں پانی کی بہتات ہے۔ اُن کے ساتھ عورتیں، بچے ہیں، وہ سب آپ سے لڑنے کو تیار ہیں اور آپ کو کعبے سے روکنے کی ٹھان چکے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[۷۲] سیرۃ ابن ہشام: ۳/۳۳۹، تاریخ الطبری: ۲/۶۲۴-۶۲۵،
بخاری: ۲/۲۷۹ (حدیث: ۲۷۳۱)

[☆] قبیلۂ خُزاعہ کے لوگ تہامی تھے جو رسول اللہ کے قریبی اور راز دار تھے۔ جب آپ مکے میں تھے تو وہ آپ سے کچھ چھپاتے نہ تھے۔

ہم تو کسی سے لڑنے نہیں آئے، عمرہ کرنے آئے ہیں۔
جنگ نے قریش کو کمزور کر دیا ہے اور اُنھیں نقصان میں ڈال دیا ہے۔
اگر وہ چاہیں تو میں اُنھیں کچھ دنوں کی مہلت دے دوں اور وہ میرے
اور دوسروں کے بیچ سے نکل جائیں۔ اگر اللہ اسلام کو غالب کر دے تو
وہ چاہیں تو اُس اسلام میں داخل ہو جائیں جس میں دوسرے لوگ
داخل ہوئے ہیں اور عزت پا جائیں، ورنہ (اگر اسلام میں داخل نہیں
ہوتے تو) اُنھیں جنگ سے راحت مل جائے گی۔ اور اگر نہیں مانتے
(اور لڑنے بھڑنے پر ہی تیار ہیں) تو اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ
میں میری جان ہے! میں اپنے اِس معاملے (دین) کے لئے ضرور اُن
سے لڑوں گا، یہاں تک کہ موت مجھے آ لے۔ اللہ اپنے حکم کو ضرور نافذ
کر کے رہے گا۔
بُدیل نے کہا: میں آپ کی باتیں قریش تک پہنچا آتا ہوں۔
چنانچہ بُدیل نے جا کر قریش سے کہا: میں آپ حضرات کے پاس اُس آدمی
(رسول اللہ ﷺ) سے مل کر آ رہا ہوں، میں نے اُس کی باتیں سنی ہیں، اگر آپ چاہیں تو
میں عرض کروں۔
اُن میں سے بیوقوف بول پڑے: اِس کی کوئی ضرورت نہیں کہ تم ہمیں اُس کے
بارے میں کچھ بتاؤ۔
اُن کے دانشمندوں نے کہا: بتاؤ، تم نے اُسے کیا کہتے ہوئے سنا ہے؟
بُدَیل نے کہا: میں نے اُسے ایسا ایسا کہتے سنا ہے؟
نبی ﷺ نے جو کچھ کہا تھا، بُدَیل نے اُنھیں بتا دیا۔[۷۳]

---

[۷۳] تاریخ الطبری: ۶۲۵/۲-۶۲۶، سیرۃ ابن ہشام: ۳۴۰/۳،
بخاری: ۲۸۰/۲ (حدیث: ۲۷۳۱)

قریش کا سفیر مِکرَز بن حَفص

پھر قریش والوں نے مکرز بن حفص کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اُسے آتا دیکھا تو کہا: یہ دھوکے باز آدمی ہے۔

اُس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر بات چیت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس سے بھی وہی بات کہی جو بُدَیل اور اُس کے ساتھیوں سے کہی تھی۔ چنانچہ اُس نے جا کر قریش کو وہ باتیں بتا دیں جو رسول اللہ ﷺ نے کہی تھیں۔

قریش کا سفیر حُلَیس بن علقَمَہ

پھر قریش والوں نے بنو کِنانَہ کے ایک شخص حلیس بن علقمہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس روانہ کیا، اُن دنوں وہ مختلف قبیلوں کا سردار تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اُسے دیکھا تو کہا: یہ آدمی خدا پرستوں میں سے اور قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرنے والوں میں سے ہے۔ قربانی کے جانور اِس کے سامنے لے آؤ۔ جانور سامنے کر دیئے گئے اور وہ لوگ تلبیہ پڑھتے ہوئے اُس کے سامنے سے گذرے۔ جب اُس نے قربانی کے جانوروں کو دیکھا جو وادی کے کنارے سے اُتر رہے تھے جن کی گردنوں میں قربانی کی نشانی کے پٹے پڑے ہوئے تھے، اُس نے کہا سبحان اللہ! اِن لوگوں کے حق میں مناسب نہیں کہ اِنھیں کعبے سے روک دیا جائے۔

چنانچہ اِس منظر کو اہم سمجھ کر وہ رسول اللہ ﷺ سے ملے بغیر اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ گیا اور بولا: میں نے قربانی کے جانوروں کو دیکھا کہ اُنھیں پٹے ڈال کر نشانی لگا دی گئی ہے، لھٰذا میری رائے نہیں کہ اُنھیں کعبے سے روکا جائے۔

یہ سن کر اُن لوگوں نے کہا: بیٹھ جاؤ، تم ایک دیہاتی آدمی ہو، تمھیں کچھ پتہ نہیں۔

یہ سن کر حُلَیس غصے میں آ گیا اور بولا: قریشیو! اللہ کی قسم! میں اِس بات پر تمھارا اِتّحادی نہیں بنا ہوں اور نہ اِس بات پر تم سے معاہدہ ہے۔ کیا اُس شخص کو کعبے سے

روکا جائے گا جو اُس کی تعظیم کرتا ہوا آیا ہے؟ اُس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں حُلیس کی جان ہے، تم ضرور محمد اور اُس کی لائی ہوئی باتوں کے درمیان سے نکل جاؤ، ورنہ میں تمام خاندانوں کو ایک آدمی کے خاندان کی طرح بھگا لے جاؤں گا۔ (یعنی ہم سارے لوگ محمد ﷺ کے مقابلے میں تمھارا ساتھ نہیں دیں گے۔)

سب کہنے لگے: ٹھہر جاؤ، اے حُلیس! ہمارے ساتھ ایسا سلوک کرنے سے خود کو باز رکھو، یہاں تک کہ ہم اپنی مرضی ظاہر کر دیں۔[۷۴]

قریش کے سفیر عُروہ بن مَسعود ثَقَفی[☆]

تب عروہ بن مسعود ثقفی کھڑا ہوا اور بولا: اے قریشیو! میں نے دیکھا کہ جسے بھی تم نے محمد (ﷺ) کے پاس بھیجا، جب وہ لوٹ کر آیا تو تم نے اُسے جھڑکا اور برا بھلا کہا۔[☆☆]

اے میری قوم! کیا تم لوگ والد کی طرح اور میں اولاد کی طرح نہیں؟[☆☆☆]

اُنھوں نے کہا: کیوں نہیں؟

عروہ نے کہا: کیا تم لوگ مجھے بدنام سمجھتے ہو؟

اُنھوں نے کہا: نہیں۔

عروہ نے کہا: کیا تمھیں نہیں معلوم کہ میں نے عُکاظ والوں کو تمھاری مدد کے لئے

---

[۷۴] سیرۃ ابن ہشام: ۳/۳۴۱، تاریخ الطبری: ۲/۶۲۸،

بخاری: ۲/۲۸۰ (حدیث: ۲۷۳۱)

[☆] بعد میں یہ مسلمان ہو گئے تھے۔

[☆☆] مَعْمر کی روایت میں حُلَیس کا اور مِکْرز کا ذکر عُروہ بن مَسْعود کے بعد آتا ہے اور ابن اسحاق کی روایت میں پہلے۔

عُروہ کے اِس جملے سے اندازہ ہوتا ہے کہ قریش، عُروہ سے پہلے اپنے دو چار آدمیوں کو بھیج چکے تھے۔

[☆☆☆] عُروہ کی ماں سُبَیْعہ، قریش کے عبد شمس کی بیٹی تھی۔

بلایا تو اُنھوں نے انکار کر دیا تو میں اپنے بال بچوں اور اپنے ماننے والوں کو لے کر تمھارے پاس آ گیا تا کہ تمھاری مدد کروں؟

اُنھوں نے کہا: کیوں نہیں۔

عروہ نے کہا: بے شک اِس آدمی (محمد ﷺ) نے تمھارے سامنے ایک اچھا پلان رکھا ہے، اُسے قبول کرلو اور مجھے اُس سے مل ملاقات کرنے دو۔

چنانچہ وہ آ کر نبی ﷺ سے باتیں کرنے لگا تو نبی ﷺ نے اُس سے بھی وہی کچھ کہا جو بُدیل سے کہہ چکے تھے۔ تب عروہ نے اُس پر کہا: اے محمد (ﷺ)! آپ کا کیا خیال ہے اگر آپ (غالب آ گئے تو) اپنی قوم کے معاملے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ کیا آپ نے پہلے کسی عربی کے بارے میں سنا کہ اُس نے اپنے ہی لوگوں کی جڑ کاٹ دی؟ اور اگر قریش غالب آئے تو پھر میں تمھیں اُن لوگوں سے بچا نہیں پاؤں گا، کیونکہ اللہ کی قسم! میں اور کوئی صورت نہیں پاتا۔ یقیناً میں لوگوں کی اِس بھیڑ بھاڑ (صحابۂ کرام) کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہو گی۔

اِس پر حضرت ابوبکر نے اُسے کہا: تو لات (دیوی) کی شرمگاہ چوس! کیا ہم اُنھیں (محمد ﷺ) چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں گے؟

عروہ نے پوچھا: یہ کون ہے؟

لوگوں نے بتایا: ابوبکر۔

اُس نے کہا: اُس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر مجھ پر تیرا احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ میں چکا نہ دیا ہوتا تو میں تجھے بتاتا۔

پھر عروہ، نبی ﷺ سے باتیں کرنے لگا۔ بات کرتے کرتے وہ آپ کی داڑھی چھو لیتا تھا۔ [☆] حضرت مغیرہ بن شعبہ، نبی ﷺ کے پاس ہی تلوار لئے ہوئے اور خَود پہنے ہوئے کھڑے تھے۔ جب عروہ نے اپنا ہاتھ نبی ﷺ کی داڑھی کی طرف بڑھایا تو اُنھوں نے

[☆] گفتگو کرتے وقت عرب والوں کا یہ ایک انداز تھا۔

تلوار کے دستے سے اُس کے ہاتھ پر مارا اور کہا: اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی سے دور رکھ۔

تب عروہ نے سر اُٹھا کر پوچھا: یہ کون ہے؟

لوگوں نے بتایا: مغیرہ بن شعبہ۔

عروہ نے کہا: اے غدار! ابھی کل ہی تو میں نے تیرا پاپ دھویا ہے۔ کیا میں تیری غداری کی مصیبت کو ٹالنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ [☆☆]

پھر عروہ، نبی ﷺ کے ساتھیوں (صحابۂ کرام) کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔ اُس کا بیان ہے کہ: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ جب کھنکارتے تو اُن کی کھنکار کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ ہی میں پڑتی تو وہ اُس کھنکار کو اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا۔ جب وہ کسی کام کا حکم دیتے تو صحابہ اُسے کرنے کو دوڑ پڑتے۔ جب وضو کرتے تو وضو کا دھووَن لینے کو صحابہ ٹوٹ پڑتے۔ جب بولتے تو اُنھیں سننے کے لئے اپنی آواز نیچی کر لیتے اور اُن کی تعظیم کی وجہ سے اُنھیں نظر بھر کر نہ دیکھتے۔

یہ منظر دیکھ کر عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹا اور بولا: اے قوم، اللہ کی قسم! میں بادشاہوں کے پاس نمائندہ بن کر جا چکا ہوں۔ قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس نمائندہ

[☆☆] حضرت مغیرہ بن شعبہ، اسلام لانے سے پہلے دورِ جاہلیت میں خاندانِ ثقیف کے بنو مالک قبیلے کے............ ۱۳ لوگوں کے ساتھ مصر میں مقوقس بادشاہ سے ملنے گئے بادشاہ نے اُن کے ساتھ حسن سلوک کیا اور اُنھیں نوازا، لیکن مغیرہ کو نظر انداز کر دیا تو اُنھیں بڑی غیرت محسوس ہوئی، چنانچہ راستے میں جب اُن لوگوں نے شراب پی اور بدمست ہو کر سو گئے تو مغیرہ اٹھے اور دھوکے سے اُن سب کو قتل کر ڈالا اور اُن کا مال لوٹ لیا۔ تو خاندانِ ثقیف کے دو گروہ: مقتولوں کے گروہ بنو مالک اور مغیرہ کے ساتھی گروہ...... بھڑک اُٹھے تو اِسی عروہ بن مسعود نے حضرت مغیرہ سے بنو مالک کے ۱۳ آدمیوں کا خوں بہا دلا کر صلح صفائی کی۔ عروہ، حضرت مغیرہ کا چچا تھا۔ پھر حضرت مغیرہ مدینے آ کر مسلمان ہو گئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اسلام کو تو میں قبول کرتا ہوں، لیکن مال سے مجھے کچھ لینا دینا نہیں۔

[بخاری: ۲۸۱/۲، فتح الباری: ۲۵۹/۵، سیرۃ ابن ہشام: ۳۴۲/۳، تاریخ الطبری: ۶۲۷/۲]

بن کر جا چکا ہوں ، میں نے کبھی کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اُس کے ساتھی اُس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں ، جتنی محمد (ﷺ) کی تعظیم کرتے ہیں ۔ اللہ کی قسم! اگر وہ کھنکارتے تو اُن کی کھنکار کسی آدمی کی ہتھیلی ہی میں پڑتی ، پھر وہ اُسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا۔ جب وہ اُنھیں کسی کام کا حکم دیتے وہ اُسے کرنے کو لپک پڑتے۔ جب وضو کرتے تو وضو کا دھوَن لینے کو ٹوٹ پڑتے۔ جب بولتے تو وہ اُنھیں سننے کے لئے اپنی آواز نیچی کر لیتے اور اُن کی تعظیم میں اُنھیں آنکھ بھر کر نہ دیکھتے۔ اُنھوں نے تمھارے سامنے ایک عمدہ پلان رکھا ہے، لھٰذا اُسے مان لو۔ [۷۵]

رسول اللہ ﷺ نے قریش کے آدمیوں اور سفیروں کے سامنے کھول کھول کر اپنے آنے کا مقصد بیان کر دیا تھا۔ اپنی سچائی کا ثبوت بھی اُن کے سامنے رکھ دیا تھا، نشانیاں بھی دکھادی تھیں کہ وہ صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔ کچھ سفیر، رسول اللہ ﷺ کی باتوں سے متأثر بھی ہوئے تھے اور عمرہ کی نشانیاں دیکھ کر اُنھیں اطمینان بھی ہو چلا تھا اور وہ مسلمانوں کو شہر میں آنے دینے کی سفارش بھی کر رہے تھے، مگر قریش والوں کی یہ عجیب زبردستی تھی کہ وہ مسلمانوں کو شہر میں گھسنے نہ دیں گے۔ اب مسلمان کمزور نہ تھے۔ اگر وہ دہشت گرد ہوتے تو آج قریشیوں کے دماغ ٹھکانے لگ جاتے اور مکے میں خون کی ندیاں بہہ جاتیں، پھر بھی رسول اللہ ﷺ دَب کر بات کر رہے تھے۔

جنگ کی روک تھام

جب قریش والوں نے اپنے سفیروں کی باتوں پر دھیان نہ دیا تو رسول اللہ ﷺ نے خاص طور سے خِراش بن اُمیّہ خُزَاعی کو (ثَعلَب نام کے ایک اونٹ پر سوار کر کے) قریش کے پاس بھیجا تا کہ وہ آپ کی جانب سے قریش کے سرداروں کو بتا دیں کہ آپ کس غرض سے آئے ہیں؟

---

[۷۵] بخاری: ۲/ ۲۸۰، ۲۸۱ (حدیث: ۲۷۳۱)

سیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۳۴۲، تاریخ الطبری: ۲/ ۶۲۶ - ۶۲۷

اُنھوں نے رسول اللہ کے اُس اونٹ کی کوچیں کاٹ دیں اور خراش بن اُمیّہ کو قتل کرنا چاہا، مگر مختلف قبیلے والوں نے روک دیا۔ تب اُنھوں نے خراش کو چھوڑ دیا، یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے۔

پھر قریش نے چالیس پچاس لوگوں کو یہ کہہ کر روانہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی فوج کا چکر لگائیں تاکہ اُن کے کسی آدمی کو پکڑ لائیں، لیکن الٹے وہی لوگ پکڑے گئے، اُنھیں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر کیا گیا، مگر آپ نے اُن سب کو معاف کر دیا، حالانکہ اُنھوں نے آپ کی فوج پر پتھر پھینکے تھے اور تیر برسائے تھے۔

اُس کے بعد آپ نے مکہ بھیجنے کے لئے حضرت عمر کو بلایا تاکہ وہ آپ کی جانب سے قریش کے سرداروں کو بتادیں کہ آپ کس غرض سے آئے ہیں؟

اُنھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے قریش سے اپنی جان کا ڈر ہے اور مکے میں میرے خاندانِ بنوعَدِی بن کَعب کا کوئی آدمی نہیں جو مجھے بچائے، جبکہ قریش کو پتہ ہے کہ میں اُن کا کتنا سخت دشمن ہوں۔ البتہ میں آپ سے عثمان بن عفّان کے بارے میں عرض کروں گا، کیونکہ وہ قریش کی نظر میں مجھ سے زیادہ عزیز ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان کو ابوسفیان اور قریش کے سرداروں کے پاس بھیجا تاکہ وہ اُنھیں بتادیں کہ آپ جنگ کی غرض سے نہیں، کعبے کی زیارت اور اُس کے حق کی پاسداری کرنے آئے ہیں۔[۷٦]

حضرت عثمان کے قتل کی اَفواہ

چنانچہ حضرت عثمان مکے روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو اَبان بن سَعید سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے اُنھیں اپنے ساتھ لیا اور اپنے یہاں پناہ دی۔ تب حضرت عثمان نے رسول اللہ ﷺ کا پیغام اُسے پہنچا دیا۔ پھر وہ وہاں سے چلے اور ابوسفیان اور قریش کے بڑوں سے ملے اور اُنھیں بھی رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچا دیا۔

---

[۷٦] سیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۳۴۳-۴۴۴، تاریخ الطبری: ۲/ ٦۳۱

حضرت عثمان کی باتیں سننے کے بعد اُن لوگوں نے اُن سے کہا: اگر تم کعبے کا طواف کرنا چاہو تو کرلو۔

اُنھوں نے جواب دیا: جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہیں کر لیتے، میں طواف نہیں کر سکتا۔

قریش نے حضرت عثمان کو مکے سے جانے نہ دیا، اُنھیں اپنے پاس روک لیا جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے پاس اُڑتی ہوئی خبر پہنچی کہ حضرت عثمان قتل کر دیئے گئے۔[۷۷]

بیعتِ رضوان

جس وقت رسول اللہ ﷺ کو حضرت عثمان کے قتل کی خبر پہنچی، آپ نے کہا: جب تک ہم قریش سے مقابلہ نہ کرلیں ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔

چنانچہ آپ ببول کے ایک درخت کے سائے میں بیٹھے۔ لوگوں میں بیعت کا اعلان کر دیا گیا۔ سب سے پہلے ابوسِنان اَسدی نے بیعت کی، پھر لوگ آتے گئے اور بیعت ہوتے گئے کہ ہم مر جائیں گے اور میدان چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان کی طرف سے خود بیعت کی۔ آپ نے کہا:

''اے اللہ! بے شک عثمان تیرے اور تیرے رسول کے کام میں ہے''۔

پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا۔ حضرت عثمان کے لئے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ دوسروں کے اپنے ہاتھ سے بہتر تھا۔

اُدھر حضرت عثمان صحیح سالم مکے سے لوٹے اور اُن کے پہنچنے سے پہلے ہی جَدّ بن قَیس چھپتے چھپاتے بڑی احتیاط کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور خبر دی کہ حضرت عثمان کے قتل کی افواہ غلط ہے۔[۷۸]

---

[۷۷] ایضاً

[۷۸] سبل الہدیٰ: ۵/۵۰، سیرۃ ابن ہشام: ۳/۳۴۴-۳۴۵، تاریخ الطبری: ۲/۶۳۲-۶۳۳

صلح کی پیشکش

پھر سُہَیل بن عَمرو، حُوَیطَب اور مِکرَز، قریش کے پاس پہنچتے ہیں اور صحابہ کی اس بیعت کے بارے میں بتاتے ہیں کہ وہ جنگ پر تُل گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر قریش سہم گئے۔

اُن کے دانشوروں نے کہا کہ ہمارے لئے بہتر یہی ہے کہ ہم محمد ﷺ سے اِس بات پر صلح کرلیں کہ وہ اِس سال لوٹ جائیں اور کعبے کی زیارت کو نہ آئیں۔ تاکہ عرب کے جس آدمی کو بھی آپ کے واپس جانے کی اطلاع پہنچے تو وہ یہی سمجھے کہ ہم نے اُنھیں روک دیا ہے، پھر اگلے سال آئیں، تین دن رہیں، قربانی کریں اور لوٹ جائیں۔ ہمارے شہر میں رہیں اور ہمارے پاس نہ آئیں۔

سبھوں نے اِس رائے سے اتفاق کرلیا۔

چنانچہ قریش نے سُہَیل بن عَمرو کو یہ کہہ کر صلح کے لئے بھیجا کہ: جاؤ محمد (ﷺ) سے صلح کرلو اور اپنی صلح میں یہ شرط ضرور لگا دینا کہ وہ اِس سال نہ آئیں۔ اللہ کی قسم! عرب والے کبھی یہ نہ کہنے پائیں کہ وہ ہمارے شہر میں زبردستی گھس آئے ہیں۔

سُہَیل، رسول اللہ ﷺ کی طرف چل پڑا۔ جب آپ نے اُسے آتا دیکھا تو فرمایا: اب تمھارا معاملہ آسان ہوگیا۔ قریش نے صلح کا ارادہ کرلیا جبھی تو اُسے بھیجا ہے۔

رسول اللہ ﷺ چارزانو بیٹھے ہوئے تھے۔ عبّاد بن بشر اور سَلَمہ بن اَسلم لوہے کا خَود پہنے ہوئے آپ کے پاس ہی کھڑے تھے اور صحابہ آپ کے اِرد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔

سُہَیل دوزانو ہوکر بیٹھ گیا اور دیر تک رسول اللہ ﷺ سے بات چیت کرتا رہا۔ جب سُہَیل کی آواز بلند ہونے لگی تو عبّاد بن بشر نے اُسے کہا: رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی آواز نیچی رکھو۔[۷۹]

---

[۷۹] بخاری: ۲/۲۸۱ (حدیث: ۲۷۳۲، ۲۷۳۲)

سیرۃ ابن ہشام: ۳/۳۴۵، تاریخ الطبری: ۲/۶۳۳-۶۳۴، سبل الھدیٰ: ۵/۵۱-۵۲

صلح نامہ کی تیاری

بہر حال چند شرطوں پر صلح ہوگئی۔اب صلح نامہ لکھنے کی باری تھی ۔رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے کہا،لکھو:''بِسمِ اللّٰہِ الرّحمٰنِ الرّحیمِ''۔

سُہیل نے اعتراض کیا کہ ہم ''بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم''نہیں جانتے ۔ہمارے یہاں ''بِا سمِکَ اللّٰھُمَّ'' لکھنے کا رواج ہے،لھٰذا وہی لکھو۔

مسلمانوں نے کہا:اللہ کی قسم!ہم ''بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم''ہی لکھیں گے،مگر نبی (ﷺ) نے کہا:''بِا سمِکَ اللّٰھُمَّ'' لکھ لو۔

پھر آپ نے لکھوایا:یہ وہ شرطیں ہیں جن پر محمد رسول اللہ (ﷺ) نے صلح کی ہے۔

حضرت علی نے لکھ لیا،لیکن سُہیل نے پھر اعتراض کر دیا کہ اگر ہمیں یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کی پیروی کر لیتے ،نہ آپ کو کعبے سے روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے ،البتہ''محمد بن عبداللہ''لکھو۔

آپ نے کہا:اللہ کی قسم!اگر چہ تم لوگ مجھے جھٹلاؤ،میں تو اللہ کا رسول ہی ہوں۔ علی کو حکم دیا کہ''رسول اللہ''(لکھا ہوا) مٹا دو اور''محمد بن عبداللہ''لکھو۔

حضرت علی نے کہا:نہیں اللہ کی قسم!میں اُسے نہیں مٹاؤں گا۔حضرت اُسید بن حُضَیر اور سعد بن عُبادہ نے علی کا ہاتھ پکڑ کر منع کیا کہ''محمد رسول اللہ''کے سوا کچھ نہ لکھنا،ورنہ ہمارا اور اُن کا فیصلہ تلوار کرے گی۔اِس پر ایک شور اٹھا،رسول اللہ ﷺ اُنھیں ٹھنڈا کرنے لگے اور اپنے ہاتھ سے اُنھیں اشارہ کرنے لگے کہ چپ رہو!''رسول اللہ''جس جگہ لکھا ہے، مجھے دکھاؤ۔

حضرت علی نے وہ جگہ دکھائی تو آپ نے اُسے مٹا دیا اور لکھا:''محمد بن عبداللہ''۔

پہلی شرط یہ تھی کہ: دس سال تک جنگ بند رہے گی ۔اِن دنوں میں لوگ چین سے رہیں گے ور کوئی کسی پر حملہ نہ کرے گا۔

.دوسری شرط یہ تھی کہ: اِس سال لوٹ جائیں[☆] آئندہ سال بغیر ہتھیار کے آئیں، صرف ضروری سامانِ سفر اور ایک تلوار ہو۔

.تیسری شرط یہ تھی کہ: ہمارا (قریش کا) کوئی آدمی اگرچہ وہ مسلمان ہو، بھاگ کر آپ کے پاس آجائے تو آپ اُسے ہمارے حوالے کردیں گے اور اگر کوئی مسلمان ہمارے ہاتھ لگ جائے گا تو اُسے آپ کو واپس نہ کیا جائے گا۔

اِس شرط پر مسلمان بول پڑے: سبحان اللہ! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی مسلمان ہو کر آئے اور اُسے مشرکوں کے حوالے کردیا جائے۔[۸۰]

دل لرز گئے

ابھی یہ شرط لکھی ہی جارہی تھی کہ سُہیل بن عَمرو کے لڑکے حضرت ابوجَندَل مکے سے بھاگ کر بیڑیاں پہنے ہوئے آئے اور خود کو مسلمانوں کے آگے ڈال دیا۔

اُس پر سُہیل نے کہا: یہ پہلا موقع ہے جس پر میں آپ سے صلح کررہا ہوں کہ آپ اُسے میرے حوالے کردیں۔

نبی ﷺ نے کہا: ہم نے تو ابھی تک پورا صلح نامہ لکھا نہیں۔(تو کیسے ابھی سے اُسے لاگو کیا جائے گا؟)

اُس نے کہا: تب تو میں آپ سے کبھی کسی چیز پر صلح نہیں کرتا۔

نبی ﷺ نے کہا: اِس کو کم از کم تم میرے لئے چھوڑ دو۔

[☆] رسول اللہ ﷺ نے یہ شرط رکھی تھی کہ ہمیں کعبے کا طواف کرنے دیا جائے۔اُس پر سہیل نے کہا: عرب والے کہیں یہ نہ کہنے لگیں کہ ہم دَباؤ میں آگئے۔البتہ یہ طواف اگلے سال کرنا۔[بخاری:۲۸۲/۲]

[۸۰] بخاری:۲۶۸/۲ (حدیث:۲۷۰۰)

مسلم:۱۴۰۹/۳ (حدیث:۱۷۸۳)

سنن ابی داوَد:۸۶/۳ (۲۷۶۶)

سیرۃ ابن ہشام:۳۴۶/۳، تاریخ الطبری:۶۳۴/۲-۶۳۵، الطبقات الکبریٰ:۷۴/۲،

اُس نے کہا: میں اُسے آپ کے لئے چھوڑ نہیں سکتا۔

آپ نے کہا: کیوں نہیں؟ چھوڑ دو۔

اُس نے کہا: میں چھوڑنے والا نہیں۔

ابوجَندَل نے کہا: اے مسلمانوں کی جماعت! مجھے مشرکوں کے حوالے کیا جارہا ہے، حالانکہ میں مسلمان ہوکر آیا ہوں۔کیا آپ لوگ نہیں دیکھتے کہ میرا کیا حال ہورہا ہے؟

حضرت ابوجَندَل کو اللہ کی راہ میں بہت زیادہ ستایا گیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے ابوجَندَل کو کہا: اے ابوجَندَل! صبر کرو اور امید رکھو، بے شک اللہ تمھارے لئے اور تمھارے ساتھ کمزور مسلمانوں کے لئے کوئی آسان راستہ نکالے گا۔ہم نے اُن سے صلح کر لی ہے اور اللہ کا عہد دے دیا ہے، ہم اُن کے ساتھ دھوکا نہیں کر سکتے۔[۸۱]

مایوسی، بے چینی اور ناگواری

رسول اللہ ﷺ نے جن شرطوں پر صلح کی تھی ،مسلمانوں کو بہت گراں اور ناگوار گذریں، پھر حضرت ابوجَندَل کی فریاد سن کر حضرت عمر تڑپ اٹھے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور بولے: یارسول اللہ! کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟

آپ نے کہا: کیوں نہیں؟

اُنھوں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟

آپ نے کہا: کیوں نہیں؟

اُنھوں نے کہا: کیا ہمارے شہید جنت میں اور اُن کے مردے جہنم میں نہیں؟

آپ نے کہا: کیوں نہیں؟

اُنھوں نے کہا: تب ہم کیوں اپنے دین کے معاملے میں دَب کر رہیں۔ہم لوٹ جائیں اور اللہ ہمارے اور اُن کے درمیان فیصلہ نہ کرے؟

---

[۸۱] بخاری:۲/۲۸۶ (حدیث: ۲۷۳۲)

سیرۃ ابن ہشام:۳/۳۴۷، تاریخ الطبری:۶۳۵-۶۳۶

آپ نے فرمایا: بے شک میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں، میں اُس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ وہ میرا مددگار رہے۔

اُنھوں نے کہا: کیا آپ نہیں کہا کرتے تھے کہ ہم جلد ہی کعبے کا طواف کریں گے؟

آپ نے کہا: کیوں نہیں، کیا میں نے تمھیں یہ بتایا تھا کہ تم اِسی سال طواف کرو گے؟

اُنھوں نے کہا: نہیں۔

آپ نے فرمایا: یقیناً تم آؤ گے اور کعبے کا طواف کرو گے۔

حضرت عمر سے صبر نہ ہوسکا، ناراض ہوکر حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور اُن سے بھی وہی کچھ کہا جو رسول اللہ ﷺ سے کہہ آئے تھے۔

حضرت ابوبکر نے جواب دیا: بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے۔ رب اُن کا مددگار رہے۔ اُن کے حکم کو لازم پکڑو۔ اللہ کی قسم! بے شک وہ حق پر ہیں۔

بعد میں حضرت عمر کو اپنے اِس رویّے پر بہت پچھتاوا ہوا۔

صلح نامہ لکھے جانے کے بعد واضح بھی کر دیا گیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان ایک پکّا معاہدہ ہے، جس کو توڑنے کا انجام جنگ ہوگا۔ ہمارے درمیان کوئی دشمنی نہ ہوگی، (اِس معاہدے میں) نہ کوئی چوری ہوگی اور نہ کوئی خیانت۔

یہ اعلان بھی کیا گیا کہ جو محمد (ﷺ) کا اتّحادی بننا چاہے وہ محمد (ﷺ) کا اتّحادی بن جائے اور جو قریش کا اتّحادی بننا چاہے وہ قریش کا اتّحادی بن جائے۔

چنانچہ قبیلۂ خُزَاعَہ کے لوگ کھڑے ہوئے اور بولے کہ ہم محمد (ﷺ) کے اتّحادی ہوتے ہیں اور بَنُو بَکر کے لوگ کھڑے ہوئے اور بولے کہ: ہم قریش کے اتّحادی ہوتے ہیں۔[۸۲]

[۸۲] بخاری: ۲/۲۸۲ (حدیث: ۲۷۳۲،
سیرۃ ابن ہشام: ۳/۳۴۵+۳۴۶ تاریخ الطبری: ۲/۶۳۴+۶۳۶، سبل الھدیٰ: ۵/۵۲

غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا

جب صلح نامہ لکھا جا چکا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے کہا: اُٹھو، قربانی کرو اور سر منڈاؤ!

آپ نے تین تین مرتبہ یہ بات کہی، لیکن اُن میں سے ایک آدمی بھی نہ اُٹھا۔ یہ دیکھ کر آپ حضرت اُمّ سلمہ کے پاس گئے اور اُن سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت اُمّ سلمہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ ایسا چاہتے ہیں تو جایئے! کسی سے کچھ مت کہیے، اپنا اونٹ ذبح کیجئے اور سر مونڈنے والے کو بلا کر اپنا سر منڈ ایئے۔

چنانچہ آپ باہر نکلے اور کسی سے کچھ کہے بغیر اونٹ ذبح کیا اور خِراش بن اُمّیہ کو بلا کر اپنا سر منڈ ایا۔

صحابہ نے جب آپ کو ایسا کرتے دیکھا تو اُٹھ کھڑے ہوئے اور قربانیاں کیں اور ایک دوسرے کا اِس طرح سر مونڈنے لگے جیسے غم کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کا قتل کر بیٹھیں گے۔[۸۳]

کھلی فتح

رسول اللہ ﷺ نے جو صلح کی تھی، کسی مسلمان کے حلق سے نیچے نہیں اتر رہی تھی، کیونکہ وہ صلح بہت دب کر اور جھک کر کی گئی تھی، جس میں بظاہر تمام مسلمانوں کی دل آزاری اور توہین تھی، لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے سب کچھ گوارہ کر لیا، کیونکہ آپ کی نگاہ مستقبل کے آئینے میں جھانک رہی تھی اور آپ بڑی خاموشی سے ایک خوشگوار انقلاب برپا کرنا چاہتے تھے جسے تمام مسلمان اپنی شکست سمجھ رہے تھے، حقیقت میں وہ اُن کی عظیم فتح تھی، چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ حُدیبیہ سے لوٹ رہے تھے اور مسلمان اُس صلح کی وجہ

---

[۸۳] بخاری: ۲/۲۸۲، ۲۸۳ (حدیث: ۲۷۳۲)

سیرۃ ابن ہشام: ۳/۳۴۸، تاریخ الطبری: ۲/۶۳۷

سے غم و درد میں ڈوبے جا رہے تھے، ابھی آپ مکے اور مدینے کے درمیان تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح نازل فرمائی اور خوشخبری سنائی:

﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُّبِیْناً ۝﴾ (الفتح:۱)...... (بے شک ہم نے آپ کو کھلی فتح دی۔)

جب یہ آیت نازل ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو ساری دنیا سے زیادہ مجھے عزیز ہے، پھر آپ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی۔[۸۴]

قرآن نے صلح حدیبیہ کو کھلی ہوئی فتح کہا تو واقعی وہ کھلی ہوئی فتح ثابت ہوئی۔ چنانچہ اُس کے بعد صرف دو سالوں میں اِس کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے کہ دنیا پیغمبرِ اسلام ﷺ کے اِس ''خاموش انقلاب'' پر حیران تھی۔

امام زُہری رحمۃ اللہ علیہ (وفات:۱۲۴ھ) ☆ نے تیرہ سو سال پہلے ہی پیغمبر اسلام ﷺ کے اِس انقلابی کارنامے کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا تھا:

> ''اسلام میں اِس (صلح حدیبیہ) سے پہلے اِس سے زیادہ بڑی کوئی فتح نہیں۔ پہلے مڈبھیڑ ہوتی تو جنگ ہوا کرتی، مگر جب صلح ہوگئی، جنگ ٹل گئی۔ لوگ ایک دوسرے سے مطمئن ہوگئے اور ملنے جلنے لگے تو بات چیت اور سمجھنے سمجھانے کا سلسلہ چل پڑا، لھٰذا جو کوئی اسلام کے بارے میں گفتگو کرتا، اگر وہ تھوڑی بہت بھی سمجھ رکھتا تو مسلمان ہو جاتا۔ اُن دو سالوں کے اندر مسلمانوں کی موجودہ تعداد کے برابر یا اُس سے زیادہ لوگ مسلمان ہوگئے''۔[۸۵]

---

[۸۴] تفسیر عبدالرزاق:۱۸۳/۲، تفسیر الطبری:۶۹/۱۳، المستدرک:۴۹۸/۲-۴۹۹، اسباب نزول القرآن:۳۹۷+۳۹۹، المحرّر الوجیز:۱۲۵/۵-۱۲۶، الوسیط:۱۳۲/۴-۱۳۳ تفسیر ابن کثیر:۲۹۶/۷، لباب النقول:۱۹۳ [☆] سیر اعلام النبلاء:۳۵۰/۵

[۸۵] سیرۃ ابن ہشام:۳۵۱/۳، تاریخ الطبری:۶۳۸/۲

مؤرخ ابن ہشام نے امام زُہری کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چودہ سو (1400) مسلمان تھے۔ (حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق) پھر اُسی کے دو سال بعد فتح مکہ (۸ھ) کے سال دس ہزار (10000) مسلمان موجود تھے"۔[۸۶]

یعنی دو سالوں میں پہلے کی بہ نسبت سات گنا لوگ مسلمان ہوئے تھے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ۱۵، ۱۶ سالوں میں اتنے لوگ مسلمان نہ ہوئے جتنے صرف دو سالوں کے اندر اندر مسلمان ہو گئے۔

اتنے بڑے پیمانے پر اسلام کی اشاعت کس طرح ممکن ہو سکی؟

اس کا صرف ایک جواب ہے: صبر اور ضبط۔

ایک اور فتح

اسلام دشمنی کی آگ میں تپے ہوئے قریش کے کافروں نے رسول اللہ ﷺ کو مکے کی جس زمین سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ فتحِ مکہ کے دن وہ زمین خود اُنہی پر تنگ ہوئی جا رہی تھی۔ آج وہ مسلمانوں کے گھیرے میں تھے، وہی مسلمان جنھیں قریش کے بچے بچے نے ستایا تھا، مارا تھا اور مذاق اُڑایا تھا۔

قریش کے سردار جو اپنی سرداری کو باقی رکھنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر طرح کا داؤ پیچ کر رہے تھے، اب وہ کسی بدنام مجرم کی طرح گھروں میں چھپے بیٹھے ہیں یا اِدھر اُدھر بھاگنے کی کوششیں کرتے پھر رہے ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے فتحِ مکہ کے دن جبکہ قریش پوری طرح بے بس ہو چکے تھے، عام معافی کا اعلان کر دیا تھا۔ سامنے ظالم دشمن کافروں کی بھیڑ اکٹھا ہے۔ آپ پوچھتے ہیں:

---

[۸۶] سیرۃ ابن ہشام: ۳/۳۵۱-۳۵۲، تاریخ الطبری: ۳/۶۴، الطبقات الکبریٰ: ۲/۱۰۲+۱۰۶ بخاری: ۳/۱۲۸ (حدیث: ۴۱۵۴)

اے قریش کی جماعت! اے مکہ والو! تمھیں پتہ ہے کہ میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟

کافر بول پڑے: بھلائی کا، آپ مہربان دوست ہیں اور مہربان دوست کے صاحبزادے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا: ''آج تمھاری کوئی پکڑ نہیں، جاؤ! تم سب آزاد ہو''۔[۸۷]

اِس اعلان کو سن کر اُنھیں اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا، مگر سنجیدہ لوگ دانتوں تلے انگلی دبا کر رہ گے۔

وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ محمد ﷺ کی شخصیت سے ہم چاہے کتنی ہی نفرت کریں، مگر سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں اور دھوکے سے کام لے رہے ہیں۔ اُن کا یہ ''اعلان'' سو فیصد سچ ہے جس میں شک وشبہ کو راہ نہیں۔

وہ جیسے گونج بھری فضا سے نکل کر سناٹے میں آ گئے یا جیسے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں امید کے بالکل خلاف سورج نکل آیا۔ وہ یہ سوچ سوچ کر حیران ہو رہے تھے کہ محمد ﷺ پر ہم نے ظلم کے پہاڑ توڑے۔ اُن کے ساتھ بیہودگیاں اور بدتمیزیاں کی گئیں۔ اُنھیں ذہنی اور جسمانی اذیتوں کے حوالے کیا گیا، مگر آج اُن کے اندر انتقام کا کوئی جذبہ ہی نہیں، حالانکہ مکے کی سرزمین پر قدم پڑتے ہی اُن کے زخم ہرے ہو گئے ہوں گے، مگر اُن کی پیشانی پر درد وغم کی کوئی لکیر ابھری ہوئی نظر نہیں آتی۔ آج وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں اپنا سر ڈال دینے پر مجبور تھے۔

فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کی عام معافی اور مہربان خاموشی نے دشمنوں کے دلوں میں وہ انقلاب برپا کیا کہ پندرہ (15) دنوں کے اندر اندر دو ہزار (2000) لوگ

---

[۸۷] تاریخ الطبری: ۶۱/۳، سیرۃ ابن ہشام: ۶۰/۴ + ۶۱، تاریخ الیعقوبی: ۶۰/۲ ۳

مسلمان ہوگئے۔[۸۸]

یہی لوگ اسلامی تاریخ میں ''طُلَقاءُ'' کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

آخر کار

ایک لمبی کشمکش کے بعد جب اللہ کے رسول ﷺ نے مکے کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لی تو آپ نے مکہ والوں کو دکھا دیا کہ وہ یہ سب کچھ کیوں کر رہے تھے؟!

- آپ نے ایک اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دی اور بتوں کی خدائی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ آپ نے اچھے کردار، اچھی ذہنیت اور اچھے اخلاق والے انسان پیدا کئے۔
- آپ نے ایک انتہائی صالح اور پاکیزہ معاشرہ برپا کیا۔
- اعتدال پر مبنی قانونِ زندگی اور انصاف پرور نظامِ حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ ظلم اور شر کا ہر طرح سے خاتمہ کیا۔
- مرنے کے بعد ایک نئی زندگی کا تصور پیش کیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کا جذبہ دل و دماغ میں ڈالا۔

یہی ''اسلام'' ہے، جس کی تحریک رسول اللہ ﷺ لے کر اٹھے تھے۔

جس تحریک سے پوری انسانیت کو ظلم و شر اور خود ساختہ معبودوں کی خدائی سے نجات ملنے والی تھی؛ گھٹیا ذہن، بری سوچ رکھنے والے بے توفیق، بے رحم لوگوں نے اُسے دبانے اور مٹانے کی بہت کوششیں اور قسم قسم کی تدبیریں اختیار کیں، مگر وہ الٰہی تحریک تمام مشکل مرحلوں سے گذر کر پوری طرح کامیاب ہوگئی۔

بھلا اسلام کی واضح تعلیمات اِس معیار کی ہیں کہ اُنھیں پھیلنے نہ دیا جائے۔ ایک اللہ کے نام پر پوری کائنات کو سمیٹنے والے حق گو، حق پرور انسان سے دشمنی نکالی جائے؟

---

[۸۸] سیرۃ ابن ہشام: ۹۰/۴، تاریخ الطبری: ۷۳/۳، تاریخ الیعقوبی: ۶۲/۲، المعارف: ۹۶، کتاب المغازی: ۸۸۹/۳، الطبقات الکبریٰ: ۱۰۴/۲-۱۰۵

ظالم قریش کے اِس وحشیانہ سلوک کو دیکھ کر قدم قدم پر پوری انسانیت پکار رہی تھی:
کیا تم اُس آدمی کو مار ڈالنا چاہتے ہو، جس کا کہنا ہے کہ میرا رب ''اللہ'' ہے؟

اِس طرح پیغمبرِ اسلام ﷺ کو شرک اور جاہلیت کے مقابلے میں سو فی صد کامیابی حاصل ہوئی۔ آپ نے یہاں جو ''خاموش انقلاب'' برپا کیا، وہ آسان نہ تھا، بلکہ دعوت و عزیمت کے مشکل اور نازک مرحلے طے کرنے کے بعد ایسا ہو سکا۔

آج بھی حق کی آواز لگانے والے، بے نیاز مردوں کو برابر مشکلوں اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن اِس میں گھبرانے اور مایوس ہونے کی بات نہیں، کیونکہ یہی وہ مرحلے ہیں جن سے گذر کر مردانِ حق کامیابی کی آغوش میں ابدی نیند سوتے ہیں۔ اُن کے اندر دبی ہوئی ٹیسیں اور چھپی ہوئی آہیں لفظ و بیان کا روپ دھار کر فضا میں ایک گونج پیدا کرتی ہیں، جس کی ہر ہر لہر سے یہ پکار اُٹھتی ہے:

﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ﴾ (غافر:۲۸)

(کیا تم اُس آدمی کو مار ڈالو گے جس کا کہنا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟)

تمت

مآخذ ومراجع

تفسیر

1.اسبابُ نزول القرآن	علی بن احمد الواحدی (۴۶۸ھ)	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۲. لُباب النقول	عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (۹۱۱ھ)	داراحیاءالعلوم، بیروت
۳. تفسیر عبدالرزاق	عبدالرزاق بن الھمام الصنعانی (۲۱۱ھ)	دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان
۴. تفسیر الطبری	ابوجعفر محمد بن جریر الطبری (۳۱۰ھ)	دارالفکر، بیروت، لبنان
۵. المُحرّر الوجیز	ابومحمد بن عطیّۃ الأندلسی (۵۴۶ھ)	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۶. تفسیر ابن کثیر	ابوالفداء اسماعیل بن کثیر الدمشقی (۷۷۴ھ)	داراحیاءالتراث العربی، بیروت

حدیث

۷. مسند الامام احمد	ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی (۲۴۱ھ)	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۸. صحی البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵۶ھ)	داراحیاءالتراث العربی، بیروت
۹. صحیح مسلم	ابوالحسین مسلم بن حجّاج القُشیری (۲۶۱ھ)	داراحیاءالتراث العربی، بیروت
۱۰. سنن الترمذی	محمد بن عیسی بن سورۃ الترمذی (۲۷۹ھ)	دارالکتب العلمیۃ، بیروت،
۱۱. سنن ابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی (۲۷۵ھ)	داراحیاءالتراث العربی، بیروت
۱۲. المستدرک	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری (۴۰۵ھ)	داراحیاءالتراث العربی، بیروت
۱۳. دلائل النبوۃ	ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (۴۵۸ھ)	داراحیاءالتراث العربی، بیروت
۱۴. مشکوٰۃ المصابیح	محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی (۷۴۲ھ)	المکتب الاسلامی، بیروت

شرح الحدیث

کتاب	مصنف	ناشر
۱۵. فتح الباری	احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۸۵۳ھ)	داراحیاءالتراث العربی، بیروت
۱۶. عمدۃ القاری	بدرالدین محمود بن احمد العینی (۸۵۵ھ)	داراحیاءالتراث العربی، بیروت

سیرت

کتاب	مصنف	ناشر
۱۷. سیرۃ ابن ہشام	ابومحمد عبدالملک بن ہشام الحمیری (۲۱۸ھ)	داراحیاءالتراث العربی، بیروت
۱۸. الطبقات الکبریٰ	ابوعبداللہ محمد بن سعد الھاشمی (۲۳۰ھ)	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۱۹. سیر اعلام النبلاء	محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (۷۴۸ھ)	مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت
۲۰. زاد المعاد	محمد بن ابوبکر، ابن القیم الجوزیۃ (۷۵۱ھ)	مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، الریاض
۲۱. سیرۃ ابن کثیر	ابوالفداء اسماعیل بن کثیر الدمشقی (۷۷۴ھ)	داراحیاءالتراث العربی، بیروت
۲۲. سُبُل الہدیٰ والرّشاد	محمد بن یوسف الصالحی الشامی (۹۴۲ھ)	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۲۳. السیرۃ الحلبیۃ	علی بن برہان الدین حلبی (۱۰۴۴ھ)	دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان
۲۴. رحمۃ للعٰلمین	قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری (۱۹۳۰)	اعتقاد پبلشنگ ھاؤس، دہلی

تاریخ

کتاب	مصنف	ناشر
۲۵. کتاب المغازی	محمد بن عمر الواقدی (۲۰۷ھ)	عالم الکتب، بیروت، لبنان
۲۶. تاریخ خلیفۃ بن خیّاط	خلیفۃ بن خیّاط اللیثی العصفری (۲۴۰ھ)	دار طیبۃ، الریاض
۲۷. المعارف	عبداللہ بن مسلم بن قُتیبہ الدِینَوری (۲۷۶ھ)	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۲۸. تاریخ الیعقوبی	احمد بن ابی یعقوب/ابن واضح (بعد ۲۹۲ھ)	منشورات الشریف الرضی
۲۹. تاریخ الطبری	ابوجعفر محمد بن جریر الطبری (۳۱۰ھ)	روائع التراث العربی، بیروت
۳۰. مُروج الذہب	ابوالحسن علی بن الحسین المسعودی (۳۴۵ھ)	دار الفکر، بیروت، لبنان
۳۱. الکامل فی التاریخ	ابوالحسن علی بن ابی الکرم ـ بن الاثیر (۶۳۰ھ)	داراحیاءالتراث العربی، بیروت

۳۲. البدایۃ والنہایۃ	ابوالفدا اءاسماعیل بن کثیر الدمشقی (۷۷۴ھ)	داراحیاءالتراث العربی، بیروت
لغت		
۳۳. الوسیط	علی بن احمد الواحدی النیسابوری (۴۶۸ھ)	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۳۴. النہایۃ	مبارک بن علی-ابن الاثیر الجزری (۶۰۶ھ)	داراحیاءالتراث العربی، بیروت
۳۵. معجم البلدان	ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی (۶۳۶ھ)	داراحیاءالتراث العربی، بیروت
۳۶. لسان العرب	محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی المصری (۷۱۱ھ)	دار صادر، بیروت، لبنان
۳۷. تاج العروس	السید محمد مرتضیٰ الحسینی الزَبیدی (۱۲۰۵ھ)	داراحیاءالتراث العربی، بیروت